



# قصص صحابہ

انیس شاہ جیلانی

تسخ

4006

ایک از مطبوعات حیرت سملوی اکادمی محمد آباد مغربی پاکستان  
ضلع رحیم یلخان



پیر سید  
( ۱۹۹۴ — ۱۹۰۱ )



# قاضی صاحب

(قاضی احسان احمد شجاع آبادی)

مترجمہ

سید انیس شاہ جیلانی

یکے از مطبوعات

حیرت

شملوی

اکادمی

محمد آباد ضلع رحیم یار خاں

مغربی پاکستان

یکے از مطبوعات

# حیرت شملوی اکادمی

سلسلہ مطبوعات ۳	جملہ حقوق محفوظ
۱۳۹۰ھ۔۔۶۱۹۷	اشاعت اول
حیرت شملوی اکادمی	ناشر
پور پرنٹرز سکمر	طابع
مبشر حسین	کتابت
شیخ محمد فاضل	باہتمام
درد پے	قیمت

ملنے کا پتہ

حیرت شملوی اکادمی  
محمد آباد ضلع جیم یارخان  
مغربی پاکستان

# الفہرست

۱۔ انتساب

۲۔ غریقِ رحمت کا سالِ ماتم

۳۔ ایسے ظالم

۴۔ ذکراس پری وش کا

۵۔ مکتوبات

۶۔ متفرقات

## انتساب

بندگان

تسلیم و رضا کے نام

# غریقِ رحمت کا سالِ ماتم

وہ تاضی احسان احمد اے دل وہ رکن احرار مرد کامل  
خطیب و واعظ ادیب و فاضل کہ یاد اُس کی سکون فرما ہے  
بصیرت آئیں حیات اُس کی بصیرت افروز ذات اُس کی  
دل و نظر کائنات اُس کی دل و نظر کی جو رہ نمسا ہے  
وہ بندہ سنج و لطیف و عابد چہا و احرار کا مجاہد  
نہ صرف ملانہ خشک زاہد نظر میں اب تک وہ باصفا ہے  
رئیس ایسے عظیم انسان اب کہاں اس معاشرے میں  
غریقِ رحمت کا سالِ ماتم ”غریقِ رحمت“ جدا ہوا ہے

۶۱۹۶۶

رئیس امر و ہوی

# ایسے ظالم

لکھنے پڑھنے کا لطف میرے خیال میں موسم کے تغیر و تبدیل کا بڑی حد تک مزہ بون منت ہوا کرتا ہے۔ گرمی یہاں اس قدر شدید پڑتی ہے کہ آدمی پگھل کر رہ جائے۔ جاڑوں میں انگلیاں ٹھٹھا کر ہی کیوں نہ رہ جائیں طبیعت ہستی نہیں، جی لگا رہتا ہے، لرزرتے کانپتے بقدر غم و غم و غم و غم چلا لیتا ہوں۔ جنوری کا ذکر ہے رکی ہوئی طبیعت کی روانی عروج پر تھی اس بات بے بات اس کا ذکر محب گرامی،

میر سیدنا حسین

(صداق آباد)

سے لے بیٹھا۔ فرماتے ہیں،

”نیا نہ شاید اور غالب پر آپ کی مضمون آرائی باعث طمانیت ہے لیکن یہ ”مولانا“ شجاع آبادی والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر آپ نے تحریک پاکستان کے محالوں ہی کو دیکھا ہے تو جا بٹھانا ہے تو یہ ”سعادت“ یقیناً آپ کے لئے ”خردی فلاح“ کا باعث ہوگی۔ برصغیر کے کچھ تو جن منکھی ”مسلمان“ جنم و اصل ہو چکے ہیں اور کچھ ابھی حیات ہیں، اگر حکم ہو تو میں ان سب کی ایک فہرست بنا کر پیش کر دوں۔ اس سلسلہ میں ایک تجویز اور بھی پیش کرنے کی اجازت



چاہتا ہوں اور وہ یہ کہ آپ اپنی حیرت شملوی اکادمی کا نام جن سنگھ اکادمی رکھ دیجئے یہ ایک بڑا کام ہوگا اور آپ اس سے بڑا نام پائیں گے، صرف یہی نہیں بلکہ تا حیات آپ پر درود و سلام کی برسات ہوتی رہے گی اور رے مظلوم پاکستان! بد نصیب پاکستان! تیری طوبی سے حسین تر جھاؤں میں امن اور فلاح کی نیند سونے والے کس کس طرح تیری جڑوں میں تیزاب اندیل رہے ہیں اور تو انہیں جلانے اور پچاننے کے باوجود کس کس طرح ان کی دل داری کر رہا ہے۔  
ان کی ناخلفی استغفر اللہ، تیری پیتا سبحان اللہ۔“

کیا یہ انتہا پسندانہ باتیں اس کی مستحق نہیں ہیں کہ ان پر لیبیل ”پاکستانی جن سنگھیت“ کا لگا دیا جائے؟ تحریک پاکستان میں بساط بھر ہر آزادی پسند مسلمان نے حصہ لیا، خاصی بڑی تعداد کل بھی اور آج بھی تقسیم ملک کی مخالف تھی، وہ اپنا حق پورے برصغیر پر جتاتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ حصے بخرے کر دیئے جائیں۔ اس میں سیاست دان بھی ہیں، علماء کرام بھی، صوفیاء بھی اور شاعر و ادیب بھی، غریب، امیر، جاہل، پڑھے لکھے بھی بے نیچتے دوسری طرف ایک عظیم اکثریت مکمل آزادی اور خالص اسلامی حکومت برپا کرنے کی خواہاں تھی۔ ان کا موقف یہ تھا کہ ہم انگریز کی غلامی سے نکل کر ہندو کے جال میں نہیں پھنسا چاہتے، لہذا اپنی دنیا الگ

بنائیں گے۔ خوب معرکے رہے، چونچیں چلیں، کون ہارا کون جیتا، اسے  
 چھوڑیے دیکھنا یہ ہے کہ جب پاکستان ایک حقیقت بن کر سامنے آ گیا تو اس  
 مدرسہ فکر نے جس سے قاضی صاحب تعلق رکھتے تھے بے چون و چرا اس  
 کی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں پیش قدمی دکھائی یا نہیں۔ کہا جاسکتا ہے  
 کہ انہوں نے اپنی ”غلطی“ تسلیم کر لی اور یہ ان کی عظمت پر دال ہے۔  
 کوئی نہ مانے تو

ایسے ظالم کا کیا کرے کوئی۔

سید انیس شاہ جیلانی

محمد آباد ضلع رحیم یار خاں  
 (مغربی پاکستان)

۲۱ جون ۱۹۶۹ء بروز یک شنبہ  
 پونے آٹھ بجے شام

## ذکر اس پری و شش کا

میں نے جس گھر میں آنکھیں کھولی ہیں چاہیے تو یہ تھا تو ہر طرف سے کفن و کا فور کی آتی، محافلِ سماع اور قوالیوں کی دھوم ہوتی، اور ادو و نطق نوافل اور چلہ کشی کے چہرے ہوتے، تعویذ گنڈے مریدان با صفا کی چہل پہل اور نذر و نسیا ز کی ریل پس ہوتی۔ مگر یہاں تو ارکانِ اسلامی کی بھی ٹپہ دار پابندی دیکھنے میں آئی یعنی قرآن کی تلاوت تو باقاعدگی سے ہوتی رہتی ہے مگر اس کی دور از کار تاویلات سننے میں نہیں آتیں۔ فرض کے علاوہ ہزار ہا نوافل کے افسانے کسی نے نہیں دہرائے۔ مشروع و مقطوع کی بجائے سبکی خشک شش ڈاڑھی پر خاصی نکلتی ہوئی موچھیں مردانہ وجاہت میں ایک خوش گو اور اضافہ محسوس ہوئیں۔ اجباب کی طویل و عرض ڈاڑھیوں اور یا کار آنحضرت و شوع پر ہلکی پھلکی بے ضرر چوٹیں اور مذہبی مسائل پر حوصلہ مندانہ بحث و نظر میں ابا جان آگے آگے رہے ہیں۔ گھر سے نکل راہ انسانوں کے جنگل کراچی کی لی۔ مرحوم رئیس احمد جعفری ندوۃ العلماء کے سنیافتہ مولوی ہونے کے باوجود ڈاڑھی موچھ کے جھنجھٹ سے یکسر آزاد، نماز کے عید کے عید بھی روادار نہیں تھے۔ البتہ غصے کی جھانچھ میں قرآن بھی پڑھتے اور نماز بھی۔ فضا مذہبیت سے نہیں شعرت سے معمور زیادہ ملی۔ اس لئے



یہی بات تو یہ ہے کہ ”مولویوں“ کے ساتھ ساتھ علماء کرام کی خوش چینی سے بھی ایک گونہ احتراز ہی رہا۔ اسی لئے جب میرے چچا زاد بھائی سید صالح محمد شاہ جیلانی نے اپنے ایک ایسے بہان کو جس کی مولویت کی سنگن میں پاچکا تھا لواللہ نے کی تحریک کی تو میں گویا مارے ہاندھے ان کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ بس پچیس میل چل کر گاڑی ایک رئیس رحیم خاں دساری (رحیم آباد) کے دولت کدے پر رکی۔ ہمیں ہاتھوں ہاتھ تو نہیں بہر حال لیا گیا۔ بہان مذکور سے بھی مصافحہ اور رواجی معانقہ ہوا۔ کوئی آدھ گھنٹے کے بعد حضرت آمادہ سفر ہوئے۔ ان کے ہمراہی نے اسفنج کی چیل ہٹا کر پمپ شوپینائے اور ہم پھر اپنی راہوں سے گھر کو آئے جن سے گئے تھے۔ باتیں اپنی نظر بندی اور قید و بندگی، قصے اخلاقی قیدیوں کے، اور ان کے نفسیاتی مطالعہ کا تذکرہ، ان کے کردار کی بلندی عادات و اطوار کی نشانی اور خدا جانے کیا کیا کچھ سناتے رہے۔ سنیے تو گفتگو کا رنگ کچھ اور نکھر آیا مذہبی سیاسی ثقافتی ادبی و شعری لطیفے چٹکے طنز و مزاح غرض وہ کسی میں بند نہ تھے۔ بڑی بات یہ دیکھنے میں آئی کہ بایں ریش و فیش مولویانہ نقشب یوست اور رنگ نظری کا دور دورہ پتا نہ تھا۔ میں اس دو تین گھنٹے کی نشست میں منتقا زیر پر رہا، گل افشانی گفتار، جیا و ادا کے مزے لوٹتا رہا۔ اتنے ہی میں اندازہ ہو گیا کہ آدمی معقولیت پسند اور کشادہ دہن ہو ظاہری شکل و صورت بھی جاذب نظر تھی، نکلتا سواقد، کتابی چہرہ، غالب کی زبان میں چمپی رنگ جس کی دیدہ ور لوگ تلاش کیا کرتے تھے،

چاندی سی مشت بھر سے ذرا بڑی کھڑی داڑھی، شرعی کترواں لب، ناگوں کی طرح بل کھاتی ہوئی باہتمام بنی سنوری زلفیں جو عنفوان شباب میں گھنی زلفوں کی جھلی کھا رہی تھیں، سرخ ڈورے پڑے پڑے ہوتے چھوٹی جگر جگر کرتی ہوئی خمار آلود سرمئی آنکھیں جن میں ساری مستی شراب کی سی تھی۔ شرارت آمیز سوالات کے جواب میں ایک انداز دلربا یا نہ سے دیکھتے کہ معترض گھائل ہو کر رہ جاتا۔ انداز گفتگو ایسا پیارا کہ وہ کہیں اور سنا کرے کوئی۔ اگر میں یہ کہوں کہ پھول جھڑتے تھے تو مبالغہ نہ ہوگا بے اختیار منہ چوم لینے کو جی چاہے۔ گلا ایسا صاف کہ گھنٹوں بے تکان بولنے کے باوجود کیا مجال جو اکھر جائے۔ کبھی نرم ایسے کہ شبیم، بعض وقت جوش تقریر میں اذان دینے کا گمان ہوتا۔ قابو سے نکل نکل جاتے اور دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان بن جاتے بشیرینی میں تلخی شاعرانہ زیر و بم سے بھر پور، رسیلے مونٹ گلاب کی پنکھڑی سے مشابہ، باتوں باتوں میں اس طرح سکیرتے گویا الفاظ پر مٹھا اس چڑھائی جا رہی ہے خفیف لکنت اور رس گھول رہی تھی۔ دانت سرائیکی محاورے کے مطابق ”موتی کے دانے“ بدن مائل بہ فوسہ، ملکی سی توند نکلی ہوئی، سر پہ ریشمی رومال پٹا ہوا، بریس نہیں ملل کا کرتے ٹھے کا ہیند (ایک مدت تک والدہ کے کاتے ہوئے سوت کے کپڑے پہنتے رہے) چھیلا بنے دلوں کو گرما اور برما رہے تھے رجھا رہے تھے، سرخ زریں بنے نجوم عاشقاں میں گھرے ہوئے

بلبل کی طرح چبک رہے تھے۔ ہو ہوا اپنے مرشد روحانی سید  
عطار اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی تصویر، اُس کو چھپا لو اس کو  
نکالو، یہی تو تھے قاضی احسان احمد شجاع آبادی۔

میں انہیں عام ملا سمجھا تھا جو خدا کی ربوبیت اور رحمانیت کا کم  
اور قہرمانیت کا ذکر بڑے اہتمام اور شد و مد سے کرتے ہیں۔ نماز  
روزہ منظر ہوتا ہے ڈرا اور خوف کا ورنہ جو خشیت چاہیے وہ ایسی  
تعلیم کے قریب بھی نہ پھٹکیں گے۔ دماغ نے دل سے کہا "مولوی  
ہے زندہ دل" وہ روایتی خشکی اور درشتی جو "مولوی" کا طرہ افتخار  
ہے اس کا بہت کم حصہ اس کے حصہ میں آیا ہے۔ مسلسل تین چار  
گھنٹے کی تقریری گفتگو (واعظانہ نہیں) نظریات اور افکار کی خوشگوار  
تشریح اور پرچار، دل کے تاروں کو چھڑی گیا۔ اور جی یہ چاہنے لگا  
کیوں نہ اس یونانی دیوتا نما مولوی کی تصویر اتار لی جائے۔

کیا آپ تصویر اتروانے کے قائل ہیں؟

قائل! میں تو بھاری ہوں۔

نظر نظر اس "ملائے" سے اس شگفتگی کی توقع نہیں تھی پھر ک کہی  
تورہ گیا۔ اب کیا تھا میں ان کے نشانے کی زد میں تھا اور میری  
خامشی کے بند کو اپنی بے پناہ روانی تقریر سے توڑتے چلے گئے۔  
لطفے چٹکے پھبتیاں ہر پہلو سے مجھ پر وار ہوئے اور میں نیم بسمل ہو کر  
رہ گیا، اک بے خودی کی سی حالت مجھے قریب سے قریب تلے گئی۔

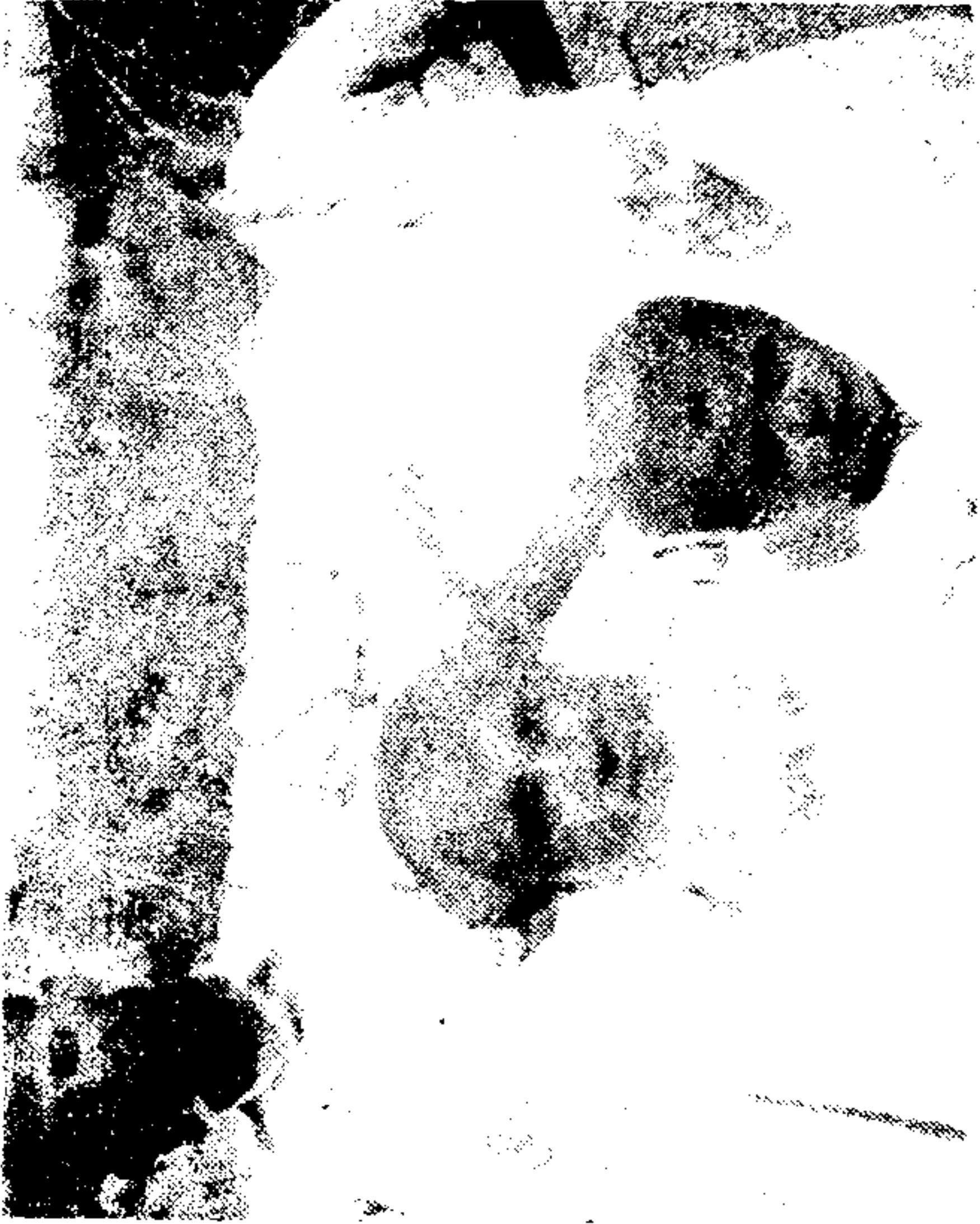


معلوم شد کہ اب سچ کر نکلنا محال ہے میں نے سپر ڈال دی اور زبان تکلم دراز کی۔ بڑی حیرت ہوئی میرے ہر اداچھے وار کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا گیا، بزلہ سخی سے میرے حوصلے بڑھائے گئے اور میں اس قدر بیباک ہوا کہ سوالات کی ناموز و نیت کے ساتھ ساتھ لہجہ کی کرخشگی بھی جھلک دکھا جاتی۔ وہ اس پر بھی تیوری چڑھائے بغیر اپنے دلائل و شواہد سے نہ صرف مجھے بلکہ تمام حاضرین کو بہالے گئے وہ اپنی ذات سے اک انجن تھے، سینکڑوں کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتے تھے۔ بڑے بڑے دقیق مذہبی مسائل باتوں باتوں میں حل کر دیتے۔

میں نے اس "واعظ" کا یہ ترالارنگ بھی دیکھا کہ خود نماز پڑھتا ہم دیکھا کرتے۔ وہ تماشا شاہم تماشا شانی، کیا مجال کبھی یہ کہا ہو تم نماز کیوں نہیں پڑھتے یا آؤ نماز پڑھ لیں۔ نماز کا وقت ہوا لوٹا سنبھال وضو کیا اور کھڑے ہو گئے۔ باجماعت کو ترجیح دیتے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں سچے رہ جاتا تھا، جی نہیں وہ بجائے نماز پڑھنے کی تاکید کے فضائل نماز اس خوبصورتی سے بیان کرتا کہ بے اختیار نماز پڑھنے کو جی چاہے۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس کی آنکھوں میں نہ خون اترتا نہ آنکھیں ابلی پڑتیں جیسا کہ عام "واعظین" کا معمول اور دستور ہے۔ کف بھی جاری نہ ہوتا بلکہ مسکراہٹ کھیلتی رہتی، مزے مزے سے وہ شعور کی دبیرتوں کو کھولتا جاتا اور بے اختیار آدمی

کھنچا چلا جاتا۔ میرے سامنے صرف ایک بار ایسا ہوا کہ انہوں نے میرے ایک دوست چو صاحب کو سونے کی انگوٹھی پہنے ہوئے دیکھ کر براہ راست محبت آمیز لہجہ میں ٹوکا، جس کا اثر میں سمجھتا تھا سامع کے دل پر نہیں ہوگا، مگر ہوا اور اس نے پھر کبھی انگوٹھی نہیں پہنی۔

ہاں خوب یاد آیا میری ماں سے یہ دوسری "ملاقات" تھی، ولہار سے صادق آباد کا ریل کا سفر ادھر گھنٹے کا ہے اتفاق سے جس "انٹر کلاس" میں ہم سوار ہوئے اسی میں یہ حضرت بھی براجمان تھے۔ میرے ساتھی ارادتمندانہ ملے۔ میرے ہاتھ میں "مکاتیب شبلی" تھے، اسی مجموعے میں ہدی افادی کے نام شبلی کے عطیہ سے والہانہ جذبات وضاحت طلب نہیں رہتے، لے کر دیکھنے لگے۔ پندرہ منٹ بعد گاڑی ماچھی کوٹھ پر رکی، یہی وہ مقام ہے جہاں جماعت اسلامی کا مخصوص تاریخی اجتماع ہوا تھا اور مولانا مودودی شام کو دو چار میل کھیت کھیلنا میں ٹہلنے نکل جاتے تھے یہاں قاضی صاحب کے ایک دولت مند عقیدت کیش نے زبردستی اتار لیا، شکر ہے میری کتاب مجھے واپس مل گئی ورنہ مرحوم کی عادت تو یہ تھی کتا ہو یا رسالہ کہیں سے بھی ہاتھ لگے چھوڑتے نہیں تھے۔ کتب خانہ دس ہزار کتابوں پر مشتمل رہا ہوگا اس کا اندازہ مجھے یوں ہوا کہ ہماری تین چار ہزار کتابیں دیکھ کر فرمایا، تو اس سلسلے میں میں زیادہ خوش بخت ہوں، اتنی کتابیں ادھر ادھر سے توجیع ہونے سے رہیں۔ خریدتے ضرور ہوں گے جیسا کہ ایک بار بتایا "مسٹریس آف لندن" قیمتاً طلب



ماہی ماری کے ساتھ مریک کے ایک ٹورزم سید ابو الکلام  
داؤد مولوی دائرہ صاف اور دائرہ متعدد افعال سے ہے





کر چکا ہوں۔ وہی کہتے تھے اس میں ملکہ و کٹور یہ کے حالات معاشقہ میں  
 اور قاضی صاحب کو ان کی کرید تھی اس لئے کہ مرزا صاحب تو اس کی  
 شان میں قصیدے لکھ رہے تھے اور اس کی اخلاقی پستی کا کوئی ٹھکانہ تھا  
 محمد عبدالحمید سالک کا خط مانگ کر لے گئے، شورش کاشمیری اور دوسروں  
 کو دکھاتے پھرے اور کہتے تم تو سالک کے تردید کی مراسلات شائع  
 کر رہے ہو، وہ پس پردہ تحقیق مزید میں لگا ہوا ہے۔ بارہا نقلے کئے  
 پی گئے۔ خواجہ عبدالوجید خوش بخت نکلے، علامہ اقبال کے دستخطی  
 بیانات وغیرہ قاضی صاحب تین برس تو دہائے بیٹھے رہے پھر لوٹا دیئے  
 مذکورہ خط میں نے ازراہ "خلوص" کراچی سے ملتان کے لئے سفر کر رہے  
 تھے تو سوتے میں سے جاگ کر پیش کیا تھا۔ یہ سفر وہ درجہ دوئم میں کر رہے  
 تھے۔ ہوا یہ تھا کہ سالک مرحوم نے مکتبہ چٹان کے زیر اہتمام چھپنے والی  
 کتاب "یاران کہن" میں کہیں لکھ دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے  
 جنازے کے ساتھ ساتھ مولانا ابوالکلام آزاد لاہور سے بٹالے تک  
 گئے تھے۔ اب کیا تھا اہل سنت والجماعت کا "نقیب" نہ روزہ دعوت  
 (جو بعد میں ماہنامہ ہو گیا تھا) اسے لے آرا اور زہرا گلنے لگا۔ مولانا آزاد  
 کو لکھا گیا، ان کے سکریٹری کا تردیدی بیان "چٹان" میں شائع ہوا،  
 معذرت نامہ احتراماً سالک نے بھی چھپوا دیا۔ میں نے براہ راست  
 پوچھا تو فرمایا مجھے جو کچھ یاد تھا لکھ دیا، لاہور تک آنے کی شہادت تو  
 ایک کتاب کے حوالہ سے بھی دے دی، وہ اس تک و دو میں بھی

تھے کہ کسی ماخذ سے آزاد کاربوه جانا بھی ثابت ہو جائے۔ مولانا آزاد سے ملاقات میں بھی اس کا ذکر آیا جو بقول سالک ہنسی میں اڑ گیا۔ یہ تمام مراسلت مرحومین کے خطوط کا مجموعہ نواز شمس نامے میں میں نے چھپوادی تھی۔

میں ۱۹۶۱ء میں بخار کی شدت سے بستر گیر ہوا تو میرے جسم کو ایک سرے کی آنکھ سے میری حد سے بڑھی ہوئی ناتوانی کے پیش نظر ٹولا گیا، جہاں دل دھگر د اعداد تھے وہاں پھپھڑے بھی مفلوج پائے گئے۔ ناچار چھ ہینے شکن بستر بنا پڑا۔ قاضی صاحب کی محبت اور خوردنوازی ملاحظہ فرمائیے طبع پرسی کے لئے جون کی گرمی میں رحمت سفر اٹھائی۔ میں خس کی ٹیٹیوں کی ادب میں لیٹا ہوا تھا دہلیزی سے پکارا اٹھے مکار الملت یہ کیا چھل سے کیوں پڑے ہوئے ہو۔ ہنسی مذاق ہوتا رہا۔ اجباب جمع ہو گئے گفتگو کا ایک نہ رکنے والا دھارا بہ نکلا۔ زن و شو کے ازدواجی مسائل پر بول رہے تھے۔ استادی مولوی قادر بخش نے چھٹر خوباں سے چلی جائے آسہ کے طور پر ایک چبھتا ہوا سوال کیا۔ پھر ہی تو گئے دلائل و شواہد سے حقوق نسواں کی اہمیت جتلاتے رہے۔ تیور دیکھ کر مجھے یہ گمان ہوا کہ میں دل پر غبار نہ آگیا ہو مگر یہ صرف میرا وہم تھا۔ دوپہر کے کھانے پر پھر وہی بزلہ سخی اور استادی سے آموں کی چھین چھین۔ اسی ملاقات میں فرمایا سالک کو مرحوم نہیں آجھانی لکھا کر، میں نے اس کا جواب اس طرح دیا ہے اپنے



سنی العقیدہ ہونے کا اقرار کرتے ہیں، بدگمانی کی کیا ضرورت پیش آئی۔ نہ مانے اور اپنی رائے پر اڑے رہے، ایسا ہی معاملہ مشہور شاعر رئیس امر دہوی سے تھا، ملکہ برطانیہ کی آمد پر رئیس نے ایک طنزیہ نظم لکھی، جو طبع کا بہترین نمونہ، برسر مجلس پڑھ کر سائی اور لگے عذاری اور ملک دشمنی کے الزامات لگانے۔ حالات کی ستم ظریفی ملاحظہ فرمائیے، احراری لیڈروں پر بھی ارباب حکومت نے وقتاً فوقتاً الزام ملک دشمنی ہی کا لگایا ہے اور ایک مدت تک معتوب رہے۔ نظم گو ذرا طویل ہے مگر اس کا یہاں نقل کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔

## ثنوی آمد نامہ

بمقریب نزول جلال کونین الزبجہ ثانی خلد اللہ ملکہا و سلطنتہا

اے کشورِ پاک و پاک کشور

تابندہ و تابناک کشور

تقدیر ہے لاجواب تیری	اللہ رے آب و تاب تیری
بخشنده نشان کجلا ہی	از راہ فیوض بادشاہی
مخدومہ و تاجدار انگلینڈ	سلطانہ و شہر یار انگلینڈ
جلوہ دہ بگرد بر ہوئی ہے	اس خاک پر جلوہ گر ہوئی ہے
سلطانہ خشک و تر ہے آخر	شہزادی بگرد بر ہے آخر
وہ دولت مشترک کی ملکہ	وہ دائرہ عزم کا عمل کا

وہ اختر برج فتمندی  
 وہ خلق پہ کبریا کا سایہ  
 مخدومہ حادمان صولت  
 وکتوریہ جہاہ الزبیتہ فر  
 وہ وارث اقتدار اڈورڈ  
 وہ چشم و چراغ جارج خامس  
 وہ جارج وی سکستہ کی نشانی  
 انجم کی نمود نقش پا سے  
 راہوں پہ گمان کہکشاں ہے  
 افلاک کی چال چل رہی ہے  
 رستوں پہ کبھی ہوئی ہیں آنکھیں  
 امواج نسیم صبح گاہی  
 جنبش میں ہے کاروان اجلال  
 ہر ایک حوالی و موالی  
 حاضر ہو قرینہ و ادب سے

وہ نیر ادب خود پسندی  
 معبودہ جرگہ رعایا  
 مسجودہ بندگان دولت  
 منصور و مکرم و منظر  
 قانون کووردین کا پروڈ  
 وہ شمع محافل و مجالس  
 خاتون حریم حکمرانی  
 سب دنگ ہیں جلوہ و ضیاء  
 کس شان وہ رواں دواں ہے  
 ذروں کی روش بدل رہی ہے  
 ارباب نظر ادب سے جھانکیں  
 اللہ رے وہ جلوس شاہی  
 چلتی ہے ہوائے فتح و اقبال  
 ہر بندہ بندگان عالی  
 باہر نہ ہو جادہ طلب سے

اے کشور پاک و پاک کشور  
 تابندہ و تابناک کشور  
 ملک کا یہ مرکب ہمایوں  
 اس خاک پر بس وہی ہے مضمون

پیاسوں کی زمیں پہ چشمہ مکی  
 دنیائے عزا میں جلوہ عید  
 پستی میں عروج سوز میں ساز  
 آنکھیں ہیں تجلیوں سے خیرہ  
 یہ شان ہے اور کیوں نہ ہوتی  
 جلووں کی یہ شان چشم بدود  
 سوکھے ہوئے بادلوں میں پانی  
 گونگے کی پکار میں لطافت  
 گنجا کسی تاج زر کا گامک  
 ننگڑے سے امید رقص آہو  
 بے رنگ فضا میں ماہ و مہتاب  
 بے نور شعاع میں حرارت  
 پت جھر کا سماں بسنت کا روپ  
 اندھیر نگریں دانش و داد  
 کا سٹوں کے وطن میں خسرو گل  
 ذرات کی انجمن میں خورشید  
 کنجشک کے گھونسلے میں شہباز  
 جھلے ہوئے پتھروں میں ہیرا  
 دریا میں گہر، صدف میں موتی  
 فانوس میں کوچہ پارغ میں نور  
 الفاظ کے دیں میں معانی  
 بہرے کے دیار میں سماعت  
 اندھے کی دوکان اور عینک  
 لٹخے کو غرور دست و بازو  
 بے آب ندی میں موجہ آب  
 بے نرخ متاع میں تجارت  
 پر چھائیں کی عاشیہ نشیں دھوپ  
 عفریت کی گود میں پری زاد

اے کشور پاک و پاک کشور  
 تابندہ و تابناک کشور  
 سلطانہ و شہسپا را انگلینڈ  
 محندومہ و ماحب دار انگلینڈ

اس خاک پر جلوہ گر ہوئی ہے  
گذری شبِ غم سحر ہوئی ہے

۲ فروری ۱۹۶۱ء

روزنامہ جنگ کراچی

مجھ سے تقاضا ہوا کہ تم ایک مراسلہ اس نظم کے خلاف "جنگ" میں بھیجو، میں نے کہا کیوں نہ رئیس سے پوچھ لیا جائے۔ جواب دوسری ڈاک سے آیا

یہ نظم تو سراسر طنز ہے اور طنز بھی ایسا بے پناہ کہ جب ۱۱ فروری کو یہ جنگ میں شائع ہوئی تو برٹش کونسل کے انگریزوں تک شکایت کرنے لگے کہ صاحب یہ تو بڑے تابڑ توڑ وار کئے گئے ہیں۔ ملکہ کو، خلق پہ کبریا کا سایہ (یعنی ظال لہو) کہنا کیا مذاق اڑانا نہیں ہے۔

مسجودہ بندگانِ دولت

مخدومہ خادمانِ صولت

مسجودہ اور مخدومہ کے خطابات استعمال کرنا کیا ہے؟ محض تضحیک جس طرح حضرت علامہ اور ذات شریف وغیرہ کے الفاظ ہم مزاحاً و طنزاً استعمال کرتے ہیں، آپ بڑے حضرت ہیں، یہ تو علامہ دوراں ہیں، ان ذات شریف سے ملنے، اس طرح اس نظم کے پورے الفاظ تراکیب استعارات و تشبیہات حضرت علامہ اور ذات



مشرقی کے معنی میں استعمال کی گئی ہیں۔ اگر اس نظم کو مدح کہا جائے گا تو پھر بھوجلیج کسے کہتے ہیں۔ طنز کس قسم ادب کا نام ہے؟ یہ نظم (غالباً جنگ کے ایڈیشن ۱۱ فروری میں) (ملکہ کار و زور و رود غالباً وہی تھا) شائع ہوئی ہے اور ۱۱ فروری کے جنگ میں یہ قطعہ چھپ چکا تھا کہ

کشور پاک میں سلطانہ برٹش کانرول

اور وہ شاہانہ سفر عالم سیاحی میں

کیوں نہ ہم لوگ پڑھیں ڈکٹ قصیدان کے

پانچویں پشت ہے انگریز کی مداحی میں

اس سے اک روز قبل ۸ فروری کو یہ قطعہ شائع ہوا تھا کہ

آمد الزیچہ جلوس بہار اے بزرگانِ شہر و اہل دیار

آ رہی ہے سواری سربکار با ادب با ملاحظہ ہوشیار

کیا یہ سب طنز نہیں ہے؟ پھر عفریت کی گود میں پری زادان

اشاروں کو سمجھیے کون عفریت ہے؟ پری زاد کون ہے؟

وغیرہ وغیرہ۔ مجھے اس نظم کی اشاعت کے بعد یہ خطرہ پیدا

ہو گیا تھا کہ بھوجلیج کے جرم میں (جو لفظ لفظ سے ٹپک رہی ہے)

کہیں کوئی بلائے ناگمانی نازل نہ ہو جائے (جس سے مجھ ڈرایا

گیا تھا)۔ بخدا اس نظم کی اپنی نیت کردار ساخت اور مقاصد

اتنے واضح ہیں کہ اس سلسلے میں کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔

ہر بانی کر کے اس نظم کو پھر پڑھیے اور خالی الذہن ہو کر سوچیے  
کہ اس نظم میں کسی کی تعریف کی گئی ہے یا تنقیص ہے جس نے کبھی  
اپنے بزرگان دولت کی تعریف بھی نہیں کی (اور اگر کبھی کی ہوگی تو  
بطور تجویح) وہ محذوم زادی افرنگ کی کیا مدح کرے گا؟

جہاں تک مجھے معلوم ہے رئیس ملکہ کے اعزاز میں دی گئی کسی دعوت  
یا استقبالیہ میں شریک نہیں ہوئے یہ محض ان کے جذبہ ملی اور شاعرانہ تخیل  
نے رنگ باندھا اور خاکہ اڑا کر رکھ دیا۔ جہاں خواہ کسی درجہ کا ہونعرہ  
تحمین و خوش آمدید تو بلند کرنا ہی پڑتا ہے البتہ اس میں اعتدال لازم ہے  
مبالغہ آمیز اور حد سے بڑھی ہوئی تعریف و توصیف ظاہر ہے ناسندگی  
تضحیک ہی کی کرتی ہے اور اسے تجویح بھی کہتے ہیں۔ حیرت مجھے اپنی کوتاہی  
پر نہیں قاضی صاحب کی سخن بھی پر ہوئی، نہ جانے کس عالم میں مرحوم نے یہ  
نظم پڑھی۔ دیکھا جائے تو تاج برطانیہ کا سلوک مشرق خصوصاً مسلمانوں سے  
کبھی منصفانہ نہیں رہا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس جہاں ناخواندہ کی آمد پر معترض  
ہوتے، ارباب اختیار کو آڑے ہاتھوں لیتے جنہوں نے افرنگ زادی کے  
ذوق نظر کی خاطر گرگٹ کی طرح خود پر تو قادر نہ ہو سکے البتہ بے جا عمارتوں  
اور کھمبوں کا رنگ ضرور بدل دیا، اور اس پر بدتوں نازاں رہے۔ میں نے  
اس خط کی نقل بھجوا دی تھی، رئیس بیداد کا نہیں داد کا مستحق تھا مگر وہاں کون  
مستجاب فرماتے ہیں

” رئیس امر وہوی رافضی ہے تقیہ اس کا مذہب ہے،

~~6999~~

87272

ہم سے کچھ غیروں سے کچھ درباں سے کچھ  
نظم قصیدہ ہے یا ہجو طبع آپ اُسے اتنا لکھیں کہ ”جنگ“  
کے تمام قارئین اصناف سخن سے واقف نہیں میرے ایسے  
”جاہلوں“ کو بہت صدمہ ہوا ہے۔ وہ ”جنگ“ میں اتنا  
شائع کر دے کہ مذکورہ نظم کو شاعری کی اسی قسم سے  
سمجھا جائے حقیقت واضح ہو جائے گی۔“

میری سمجھ میں نہیں آتا یہ ضد یہ ہٹا ان میں کیوں ساگئی تھی  
قاضی صاحب رئیس الاحرار امیر شریعت سید عطار اللہ شاہ بخاری  
کے فرزند معنوی و روحانی تھے۔ چہرے ہرے سے ہو پور شاہ جی کی تصویر  
فکر و نظر، افکار و نظریات صورت شکل میں اس درجہ مماثلت بہت کم  
پائی جاتی ہے۔ امیر شریعت کا ذکر آگیا ہے تو میں اتنا اور کہتا چلوں کہ  
بچپن میں ان کے اقتدار میں عصر و مغرب کی ناز پرٹھنے کی سعادت حاصل  
ہو چکی ہے، بغرض علاج جسمانی اپنے ماموں سید نیاز جیلانی (گھوٹکی سندھ)  
کے ساتھ نشتر ہسپتال میں داخل تھا، ماموں نے علاج روحانی بھی ضروری  
سمجھا، موگا جی بھی شاہ جی کے یہاں پہنچے مسجد سے اٹھ کر جیب دولت کدے  
کے دروازے پر آئے تو ماموں نے دو روپے نذر کئے جو تقویٰ سی  
رد و کد کے بعد قبول کر لئے گئے۔ کچھ طریقاً نہ گفتگو بھی رہی جس کا نقش  
میرے ذہن میں تازہ نہ رہ سکا۔  
انگریزوں کے بعد اگر کسی کے خلاف محاذ قائم رہا تو وہ مرزا غلام احمد

کی جماعت تھی جسے احمدیت قادیانیت اور مرزائیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور احراری اسے خارج از اسلام تصور کرتے ہیں۔ بعض حلقے ایسے بھی ہیں جو اس جماعت کو سمجھتے تو مسلمانوں ہی کا ایک فرقہ ہیں مگر گمراہ ترین فرقہ۔ مرزائیت قاضی صاحب کا "محبوب و مرغوب" موعود تھا، گھنٹوں رد مرزائیت پر بولتے اک ذرا چھیرنے کی ضرورت تھی۔

پھر دیکھیے اندازِ گل افشانی گفتار

رکھ دے کوئی پیمانہ وہ ہبامرے آگے

عام گفتگو میں بھی تقریر کا مزہ ہوتا تھا۔ میرے خیال میں مرزائیت پر جتنا مواد ان کے پاس تھا قادیانیوں کے پاس بھی نہ رہا ہوگا۔ چھوٹے سے چھوٹا کتابچہ اور اشتہار اور بڑی سے بڑی کتاب اور اس کے سینکڑوں حوالے ازبر۔ ایک بار میں نے ان سے کہا مرزائیت پر جتنی تحقیق آپ نے کی ہے کسی اور نے شاید نہ کی ہو اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ فرقہ گمراہ اور مرتد ہے تو اس کی ترویج میں ٹھوس کام کیجئے۔ تقریریں لوگ سنتے ذوق شوق سے ہیں، وقتی جوش بھی پیدا ہوتا ہے ایمانوں میں تازگی کی لہر بھی دوڑ جاتی ہے، سو حق ہوا نعرے بلند ہوئے اور فضا میں تحلیل ہو گئے، رہنمائی کے لئے جہاں تقریریں ضروری ہیں وہاں مدلل اور مستقل تحریری مواد کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے اور میں اسے آپ کی تقریروں پر بھاری سمجھوں گا اگر آپ ایک کتاب مرتب کر دیں۔ فرماتے تم آؤ تو میں مرتب کر سکتا ہوں خود لکھنا میرے بس کی بات نہیں میں لے کر آؤں یہ کہنے کی گستاخی کروں کہ آپ



باتیں بنا جانتے ہیں۔ سطحی باتوں کو ٹھوس اور پائدار تحریر پر مقدم رکھ کر کچھ انصاف تو نہیں کر رہے ہیں۔ اس پر اٹا مجھے آڑے ہاتھوں لیتے اور رمضان میں شجاع آباد چلے آنے کی دعوت دیتے۔ عموماً تبلیغی دوروں پر رہتے تھے آج یہاں کل وہاں۔ رمضان گھر میں مناتے۔ مولانا عبدالماجد دریابادی کی مرزائیت نوازی کو دیکھ کر چاہتے تھے کہ ان کو لوکیں۔ میں نے کہا تو پھر دیر کیا ہے بسم اللہ آپ بولتے ہیں لکھنا ہوں۔ میرا اصرار بڑھا تو بولے عبدالماجد کو لکھنا ہے ذرا سوچ سمجھ کر لکھنا ہوگا۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں شاہ جی اور قاضی صاحب تقریر کے دہنی اور قلم کے چور تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں "میں غازی گرفتار تو تھا قلم کا دہنی کبھی بھی نہیں" تاہم "فتوحات بخاری کا ایک ورق" میں ان کی نثر نگاری بے جان نظر نہیں آئی۔ یہ ایک مختصر مضمون ہے خاصا جاندار۔ خطوں میں بے اختیار ان کے قلم سے ایسے جملے پیک پرتتے تھے جنہیں شعری نثر پارے کہنا چاہیے۔ میں یہاں صرف ایک خط سے اقتباس پیش کرتا ہوں آگے چل کر جب آپ مکاتیب کا مطالعہ کریں گے تو تقریباً ہر خط میں ایک آدھ پھر کتا ہوا جملہ مل ہی جائے گا۔ لکھتے ہیں

کوٹہ پسچر چلتی گاڑی پر سوار ہونے لگا۔ دستہ چھوٹ گیا  
نیچے گرا زخمی ہوا۔ دل و جگر کے زخم ہی کیا کم تھے کہ جسم  
بھی مجروح، طرفہ یہ کہ پیٹھ پر پھنسیوں کی یلغار ہوئی خیر  
اب سوائے جراحتِ دل کے اور کوئی زخم بظاہر نہیں۔"

خطوں کے علاوہ ایک نثری شاہکار میری بیاض میں دستِ خاص سے محفوظ ہے جسے یہاں نقل کرتا ہوں۔

الحمد لله وحده والصلوة والسلام على من لا نبي بعده  
 کیا رب الناس کی ربوبیت کا فتر اللہ کی نبوت ہدی الناس  
 کی ہدایت بیت اللہ کی مرکزیت کے ساتھ کنتم خیر امتی کے اعزاز  
 کے بعد بھی کسی آٹوگراف کی ضرورت باقی ہے اگر مقصد طلب  
 ہدایت ہے تو اس کی تکمیل ہو چکی۔ اتمام نعمت کے بعد کسی  
 فکرِ خام سے طلبِ رہنمائی کفرانِ نعمت ہے۔ منعم حقیقی نے  
 ہادی وہ عطا فرمایا ہے جو بہر حال بہر پہلو "محمد" ہیں، یہ نام ہی  
 تمام سوالات کا اکل ترین جواب ہے۔ اس نام کا نام لیوا  
 کونین کے کسی گوشہ میں بھی زندگی کے کسی شعبہ میں بھی کسی  
 قسم کی رہبری کا محتاج نہیں۔ خیر جہاں بھی ہے وہ میراث  
 مومن ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسی ہادی برحق کی اطاعت میں  
 زندگی گزارنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور دنیا و آخرت  
 میں اسی آقا کی غلامی اور ان کے غلاموں کی محبت سے  
 نوازے۔ آمین۔

دعا گو احسان احمد عفی عنہ شجاع آبادی ۲ شعبانِ اعظم ۱۳۸۵ھ  
 ان کے یہاں اظہارِ محبت لفظ لفظ سے ہوتا تھا۔ لغافہ پر پتہ لکھتے  
 تو نام سے پہلے طرح طرح کے خطاب و القاب لکھ کر اپنی بزرگوار شہادت



قلمی احسان احمد امام شاہی جامع سید  
۱۸ اکتوبر ۱۹۸۰ شہنشاہ آباد پاکستان  
قلوبنا الاختلاف الاصلنا

میرا ہر دن کریمہ سلیم کو

خود سے خوش نہ ہوگا۔ خوش نہ ہوگا۔ خوش نہ ہوگا۔  
سلسلہ برادرانہ ہی کسی شمارہ۔ خدا کے لئے  
ہیں لکھنا چاہتا ہوں۔  
پریشان نہیں ہوں۔

کوئی چیز جتنی بھی ہو۔ میرا ہر دن۔ خوش نہ ہوگا۔  
نہیں ہے۔ از خود ہوا۔ دل دگر گاہی نہیں ہوگا۔  
میرا ہر دن۔ خوش نہ ہوگا۔ خوش نہ ہوگا۔  
خیر ہے۔ سوئے ہر امید۔ دل کا اور کوئی نہیں ہے۔  
سنتوں کے بارے میں۔ خوش نہ ہوگا۔ خوش نہ ہوگا۔  
آج در منشا ہے۔ خوش نہ ہوگا۔ خوش نہ ہوگا۔  
نہیں ہے۔ خوش نہ ہوگا۔ خوش نہ ہوگا۔  
خیر ہے۔ خوش نہ ہوگا۔ خوش نہ ہوگا۔  
خیر ہے۔ خوش نہ ہوگا۔ خوش نہ ہوگا۔

کا اظہار فرماتے مثلاً  
 انیس بیکیاں  
 راحت قلب و نظر  
 انیس ملت  
 مخدوم ملت  
 برادر بجان برابر  
 انیس قلبِ حزیں  
 پیارے پیرِ حبی  
 راحت رساں  
 انیس احساں وغیرہ

خوش نویس نہیں تو بد خط بھی نہیں تھے خاصاً منشیانہ خط تھا۔ کارڈ  
 لفافوں کا استعمال یکساں کرتے۔

آجکل محاسنِ شہرہ میں جو برائیاں جگہ پا گئی  
 ہیں ان کی نشان دہی بڑے کرب اور خندہ نہ ہرناک سے کرتے۔  
 کراچی میں کہیں سر راہ کپڑا خرید رہے تھے ایک شناسا مل گئے بڑے ارے  
 آپ یہاں کپڑا خریدتے پھر رہے ہیں۔ فرمایا افسوس میری بیوی کا کوئی  
 ”بوائے فرنیڈ“ نہیں ہے جو کہ سے ضروریات زندگی لا کر دیتا ہے۔  
 انگریزی زدہ لوگوں کو گھیر لیتے اور طرح طرح سے یورپ کا طبع اتارنے  
 کی کوشش کرتے۔ کراچی سے سیکنڈ کلاس میں ایک ”اپ ٹو ڈیٹ“ نوجوان  
 بھی ہم سفر تھا، باتوں باتوں میں گویا ہوا



”مولوی صاحب پر دے کے بارے میں کیا خیال ہے  
 آپ کا۔ کیا یہ خواتین پر عدم اعتماد کی دلیل نہیں ہے؟“  
 قاضی صاحب نے اسے تو کوئی جواب نہیں دیا، ضروریاتِ سفر  
 کی ٹوکری میں سے ایک سنہری روپہلی نیبونکال کر دیکھنے لگے، اور  
 نوجوان سے پوچھا۔ کہیے اسے دیکھ کر طبیعت للچائی تو نہیں۔ منہ میں پانی  
 تو نہیں بھر آیا۔ اُس نے جواب اثبات میں دیا۔ قاضی صاحب نے کہا،  
 ”اسی لئے ہم بد نیتوں سے عورتوں کو بچاتے ہیں عورت  
 شمع محفل نہیں چراغِ خانہ ہی اچھی لگتی ہے۔“

گاڑی میں بیٹھ چکے تھے مجھ سے رہا نہ گیا عرض کیا آپ پورے  
 بر کوچک میں تقریریں کرتے رہے ہیں صراطِ مستقیم پر لانے کے لئے  
 جدوجہد کرتے رہے ہیں لوگوں کو۔ اب پاکستان کا چہ چہ چھان مارا  
 مگر چراغِ تلے یہ کیا اندھیرا ہے کہ ”چکلہ“ شجاع آباد میں بھی موجود ہے۔  
 کہنے لگے اب رہنے دو منہ نہ کھلواؤ شجاع آباد ہی کیا پورا ملک چکلہ بنا  
 ہوا ہے۔

میں نے عرض کر رانی، آپ نے تو دنیا دیکھی ہے برصغیر پاک و  
 ہند کی تقریباً سبھی مشہور شخصیتوں سے ذاتی تعارف رہا ہے تحریکِ آزادی  
 میں اپنے بڑے بڑے حصے لیا ہے بلکہ آپ بجائے خود ایک تاریخ ہیں اپنے  
 تاثراتِ قلبند کر دیں تو کیا کہنے۔ کہنے لگے رمضان بھر گھر پر رہتا ہوں آجاؤ  
 تو بہت سی باتیں لکھوادوں۔ میں نے کہا آنے کو تو آجاؤں مگر پانچ وقت

کی نماز اور روزہ میرے بس کی بات نہیں مسکرا کر فرمایا ہمارے یہاں  
دوپہر کو بچوں کے لئے کھانا پکا کرتا ہے ایک معصوم کا اضافہ اور وہی۔  
میں نے لکھا

مجھ کو پہنچا ہی جانو اپنے پاس

آج، کل، شام یا سحر پہنچا

کس محبت سے لکھتے ہیں۔ ”میری تمناؤں کے گلشن میں بہاؤ آگئی خدا کرے  
یہ حسین وعدہ حسین فریب ثابت نہ ہو آئیے اور بصد ناز آئیے“ مرحوم  
کی تمنا یہ بھی تھی کہ سوانح عمری بھی مرتب ہو جائے۔ جب میں نے حانی  
بھرنی تو ہر ایک سے کہتے پھرتے تھے انیس میری سوانح عمری مرتب  
کرے گا۔ میری بدتوفیقی ملاحظہ فرمائیے ارادے باندھ باندھ کر توڑتا  
رہا۔ وہ خط لکھ کر آساتے مگر میں اپنی فطری کاہلی کا اسیر قدم باہر نہ  
نکال سکا اور تحریک آزادی، شخصی زندگی، ہم عصر مشاہیر کی تصویروں  
کے کئی رخ پس پردہ رہ گئے۔

خبر آئی کہ قاضی صاحب پر نصیب دشمنان متواتر دل کے دوسے  
پڑ رہے ہیں اور وہ تقریباً نیم جاں ہو چکے ہیں۔ میں اور صلاح بھائی  
مزاج پرسی کے لئے آمادہ سفر ہوئے۔ شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ دوپہر کو  
ہم چنچے جمعہ کا وقت قریب تھا اس لئے ہمیں کھانا تول گیا، درشن کے لئے  
شریک نماز ہونا ضروری تھا۔ خطاب فرما رہے تھے موضوع تھا عقید  
میلاد النبی پر لاہور میں جلسے اور جلوس بانداز تعزیر۔ لاؤڈ اسپیکر دہر

ایوبی کی برکت سے ممنوع تھا بیچارے پوری قوت سے بول رہے تھے  
صالح بھائی نے ٹیپ ریکارڈ سنانے رکھ دیا۔ افسوس ہے کہ یہ یادگار  
تقریر کثرت استعمال اور بے احتیاطی کی وجہ سے کہیں کہیں سے مٹ چکی  
ہے اور آخری حصہ تو بچہ بیچ کی "کرامت" سے بالکل ہی صاف ہو چکا ہے  
جو کچھ بچ رہا وہ پیش کیا جاتا ہے وہ ہوا ہوا

حدا در انتظارِ حمد مائیت  
محمد چشم بر راہِ ثنائیت  
حدا مدح آفرینِ مصطفیٰ بس  
محمد عابدِ حمدِ خدا بس  
محمد از توئے خواہم خدا را  
خدا یا از تو عشقِ مقتطفی را

اللہ صل علی سیدنا مولیٰ نا۔۔۔۔۔ الف الف مرہ

میرے بزرگ و دوستو اور عزیزو! پچھلا جمعہ میں عرض کر رہا تھا۔۔۔  
رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آپ کو بھیجا ہے رحمت  
تمام عالموں کے لئے۔ دین کی اصطلاح میں عالم ہیں چار۔  
عالم اجساد، عالم ارواح، عالم برزخ، عالم آخرت۔ حضور  
کریم عالم ارواح میں بھی رحمت، عالم برزخ میں بھی رحمت  
اور عالم آخرت میں بھی رحمت، لیکن قرآنِ کریم میں جہاں بھی  
حضور کا ذکر آیا وہاں انسانیت کو بھی اطاعت اور اتباع کا

حکم دیا گیا۔ آج ہم اتباع کی راہ تو چھوڑ چکے اب ہم اپنی خواہشات کا دین گھڑ رہے ہیں۔

میں پچھلا جمعہ پڑھا کے لاہور چلا گیا مجھے میوہسپتال دل کے کچھ امراض جو ڈاکٹر ہیں ان سے مشورہ لینا تھا۔ لاہور جا کے پتہ چلا کہ اس دفعہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس میں..... ماڈل بنائے گئے پھر باقاعدہ لوگوں کو وہاں سجدے کرائے گئے..... شیعوں کا اخبار ہے "اسد" لاہور سے نکلتا ہے اس نے لکھا ہے کہ کیوں جناب! شیعہ اگر حسین کا تعزیه نکالیں تو بُرے اور سُستی اگر حضور کے روضہ کا ماڈل نکالیں تو؟ اب ہماری محبت تماشابن گئی ہے۔ باقاعدہ دھول باقاعدہ تالیاں باقاعدہ باجے، اور یہ حضور کی محبت کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا، سرورِ دو عالم سیدِ دو عالم رحمتِ دو عالم فخرِ دو عالم بل کے کہہ دیا کرو صلی اللہ علیہ وسلم، حضور شریف فرماتے تھے۔ اونٹوں کی قطار گزری۔ اونٹوں نے نورِ نبوت کو دیکھا تو حضور کے سامنے سر جھکا دیا..... اور جب تبرکات کا جلوس گزرا کرتا تھا تو ہندو اور مسلمان سب مل کے سرود کھڑے ہو جاتے تھے احترام کے لئے۔ تبرکات گزر جاتے تھے اور وہ قلعہ معلی پہنچ جاتے تھے حضرت لانا سید اسماعیل شہید، سارے کہہ دو، رحمۃ اللہ علیہ

وہ امام الموحدين وہ حق والوں کا سردار، تبرکات کا  
جلوس گزرا حضرت شاہ اسماعیل بیٹھے رہے تخت پوش  
پہ بیٹھے رہے بازار میں۔ اٹھے نہیں احترام کے لئے۔ وہی  
میں کہرام مچ گیا سارے شہر میں طرپ مچ گیا۔ اجی شاہ اسماعیل  
شہید نے حضور کریم کے تبرکات کا احترام نہیں کیا اس کے  
لئے اٹھے نہیں ہیں..... یہ خبر قلعہ معلیٰ میں چلی گئی۔ یہ  
رپورٹ بادشاہ تک پہنچ گئی۔ بادشاہ نے طلب کر لیا کہ مولانا  
کو طلب کرو۔ مولانا طلب کئے گئے۔ مولانا پہنچے تو بادشاہ  
نے پوچھا کہ مولانا آج تبرکات کا جلوس نکلا اور آپ اس کے  
احترام کے لئے نہیں اٹھے؟ مولانا فرمانے لگے وہ تبرکات  
اصلی ہیں؟ بادشاہ کہنے لگا میرا خیال یہ ہے کہ.....  
کتاب ہے شانی، اس میں لکھا ہے کہ بھوسہ ڈال کے بھی قبر کو  
کیوں، قبر مقام عبرت ہے مقام عبادت نہیں، قبر مقام آرائش  
اور مقام عبادت نہیں، قبر مقام عبرت ہے، قبر رکھو، قبروں  
کی زیارت کو جایا کرو، کیوں؟ ایسا حسین ایسا جمیل ایسا رحیم  
ایسا شکیل ایسا عالم ایسا مفتی ایسا قاضی ایسا ولی ایسا بہادر  
یوں مٹی میں سو یا ہوا ہے اور مجھے یہاں آنا ہے! قبر عبرت  
کی جگہ ہے عبادت کی جگہ نہیں، معترض تھے مولوی، اس  
نے کہا جی اچھا یہ ٹھیک ہے قبر بھی ہونی چاہیے تو حضور کا



روضہ کیوں ہے؟ اب یہ اعتراض وزنی تھا کہنے لگے کہ  
 اگر تبرک کو رکھنا چاہیے، اسلام کا حکم یہ ہے تو حضور کا روضہ  
 کیوں ہے؟ میں ہمیں اپنی کمزوری بتاؤں کہ یہاں میں بھی  
 گھبرا یا کہ دیکھوں..... وہ تھے سید عطار اللہ شاہ نے مانے  
 لگے حضور کا روضہ ہے تو مولانا فضل حق سامنے کھڑے تھے  
 فرمانے لگے، بے کیوں نہیں۔ میں تم سے نہیں پوچھتا۔ میں  
 سارے مجمع سے پوچھتا ہوں۔ تو بیس تیس ہزار کا مجمع۔  
 لوگوں نے کہا ہے۔ فرمانے لگے سبج بتاؤ حضور کا روضہ ہے  
 لوگوں نے کہا ہے۔ فرمانے لگے پھر تجھ سے پوچھتے ہو تو پھر  
 مکہ میں کالا رہے اور مدینہ میں سبز رہے زعفران تھیں، اب  
 ابامیر سے خواجہ جیسا کائنات میں کوئی نہیں تھا اولین و  
 آخرین میں۔ تو حضور کے روضہ جیسا دوسرا روضہ نہ بناؤ۔  
 پھر وہی ایک رہے دو کہیں مشرک فی السنوۃ نہ ہو جائے۔  
 میرے نبی کی مثل کوئی نہیں ہے تو میرے نبی کے روضہ کی  
 مثل بھی نہ بناؤ، پھر وہی ایک ہی رہے۔ تو ہمیں ڈر یہ ہے  
 کہ بے محبت کرتے کرتے کرتے کرتے کرتے کرتے کرتے کر کے  
 یہ رنگ نہ اختیار کرے کہ اب شیعوں سے تو سیدنا حسین کا  
 تشریح بنایا تھا اب سنی تیرے کہیں حضور کے روضہ کی نقل  
 بنا کر اس کا جلوس نہ شروع کریں، لاہور میں شروع ہو گیا،  
 میرے دوستو! میرے نزدیک دعا کرو اللہ اطاعت  
 دین کی توفیق دے۔ اللہ اشاعت دین کی توفیق دے  
 اللہ حفاظت دین کی توفیق دے۔ میرے بزرگو

اگر آج علماء نے قوم کو نہ روکا تو پھر روزِ وازہ کھل جائے گا  
 کہ ہر جگہ میرے آقا کے روضہ کی مثل بن کے رکھی جائے گی  
 اور اہل حق کا معمول تو ایک بار کہہ کے خطبہ شروع کروں  
 ہمارے اسلاف کا معمول تو یہ رہا کہ ساری قوم، ابا وہ  
 مولانا محمد علی جوہر کا شعر ہے۔

توحیدِ تویہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے  
 یہ بندہ دو عالم سے قفا میرے لئے ہے  
 ساری کائنات ناراض ہو جائے لیکن کائنات کا حنا لوق  
 ناراض نہ ہو، اسادی ملتانی زبانِ اچھ اک بولی بکھی پیاری  
 آبد سے [ترجمہ:- ہماری ملتانی زبان میں اک بڑے پیارے  
 بول میں کتا ہے۔ (انہیں)]

بھانویں رے ساری نہیں  
 اور نہ رے جیندی میں

ساری دنیا روٹھ جائے تو روٹھ جائے دعا گرو کائنات کا  
 خالق نہ روٹھ جائے، میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا مولانا  
 محمد یعقوب صاحب کا نہ صہلہ پوپی میں مولانا محمد یعقوب  
 صاحب، مسلمانوں کا اور ہندوؤں کا جھگڑا مسجد کا اور  
 گردوارے کا جھگڑا زمین کا ٹکڑا۔ مسلمان کہتے تھے یہ مسجد  
 کا ہے ہندو کہتے تھے یہ مندر کا۔ مقدمہ ڈپٹی کمشنر کے پاس۔

لے چاہے ساری دنیا روٹھ جائے مگر وہ نہ روٹھے جس کی میں ہوں۔ (انہیں)

ڈپٹی کمشنر انگریز اس نے ہندوؤں سے، مسلمانوں سے پوچھا  
 کوئی ہندو تمہارے حق میں گواہی دے گا۔ انہوں نے  
 کہا کوئی نہیں دیتا۔ ہندوؤں سے پوچھا کوئی مسلمان تمہارے  
 حق میں گواہی دے گا۔ کہنے لگے یہ تو ہم جانتے نہیں کہ ہمارے  
 حق میں دے گا یا نہ دے گا لیکن یہ جانتے ہیں کہ سچ کی گواہی  
 دے گا کہنے لگا کون؟ کہا مولانا محمد یعقوب صاحب، ڈپٹی  
 کمشنر نے سرشتہ دار کو بھیجا کہ مولانا کو جا کے کہو کہ گواہی دینے کے ٹکڑے کے مستحق ڈپٹی  
 کمشنر کا سرشتہ دار آیا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب نے  
 فرمایا سرشتہ دار کو کہ جا کے ڈپٹی کمشنر سے کہو کہ میں نے  
 قسم کھائی ہے، ۵۰ کے بعد، میں نے قسم کھائی ہے کہ میں  
 کسی مرد و فرنگی کی شکل نہیں دیکھوں گا میں اس کی کھری  
 میں نہیں جانا چاہتا میں اپنے بھائی کے شہنشاہ کی کھری نہیں جانا چاہتا تھا  
 [نی البدیہ تقریروں میں بعض جملے حرکات و سکنات کی  
 مدد سے سامعین کے ذہن میں اتر جاتے ہیں اور ادھولے  
 رہ جاتے ہیں، میں نے ترتیب نہیں بدلی یا یوں کہہ لیجئے کہ

اصلاح نہیں دی۔ یہ نقل مطابق اصل ہے] نماز پوچھی تو مرحوم کو منبر پر قرون اولیٰ کے بزرگوں کی طرح بیٹھے ہوئے  
 دیکھا۔ شورش نے سچ کہا ہے ۵

تیرے ہم چہرہ تھے افراد قرون اولیٰ

میں انہیں تیرے خدو خال سے پہچان گیا

مستحقین میں رہنمائی تقسیم کر رہے تھے۔ اسی ریلے میں ہم بھی ان کے قریب  
 تو پہنچ گئے لیکن تبرک حاصل کرنے کا ہوش نہ رہا۔ فرمایا تم لوگ اوپر چلو میں

آتا ہوں۔ ہم تو بیٹے ہی سو گئے۔ وہ آکر ٹیپٹ گئے۔ عصر کی نماز پر اٹھے لگایا  
 محبت سے پیش آتے۔ بہت خوش تھے کہتے تھے ہمارا ہمتا رشتہ محبت  
 اخلاص اور اسلام کا ہے اور یہ ایسی نعمت ہے جو بہت کم میسر آتی ہے  
 بار بار کہتے تھے تم لوگوں کی آمد پر میں خوشی سے بھولا نہیں سماؤں۔ حاجتمندوں  
 نے حلقہ باندھ لیا اور مرحوم حسب معمول اس کو اس کو چھڑتے رہے۔ ان  
 کے ایک پڑوسی کو مولیٰ سے چڑھ تھی اور یہ بار بار مولیٰ کے فوائد اور اہمیت  
 بتلا رہے تھے۔ وہ لا حول پڑھتے جاتے کافی سا چکے تو تشریف آوری کا  
 مدعا پوچھا۔ وہ کسی افسر کے نام سفارشی خط لکھوانا چاہتے تھے۔ افسر  
 مذکور کا نام سن کر فرمایا میں اُس کے نام پر گز خط لکھ دینے کے لئے تیار نہیں  
 ہو سکتا۔ پچھلے دنوں میری موجودگی میں اپنے نوکر کو دراز مزادہ کہہ کر گویا  
 اس کی ماں پر ہمت لگائی اور میں ایسے لوگوں سے رسم ملاقات اٹھا دیا  
 کرتا ہوں۔

عطار اللہ شاہ بخاری مرحوم و مغفور سے لوگ کہا کرتے تھے آپ پچھ  
 تحریری سرمایہ بھی یادگار چھوڑ جائیے قلم سے اتنی دوری قلم اور کاغذ کی جڑی  
 تصور کی جا رہی ہے۔ تو مرحوم بے ساختہ فرماتے، میں کیا لکھوں میری کتابیں  
 توقاضی اور شورش ہیں۔ شورش اور قاضی نے کارزار زندگی میں یکساں  
 قدم بڑھائے ہیں۔ منزل دونوں کی ایک تھی، آزادی، اور وہ پا کر رہے۔  
 یہاں مسافروں نے کمریں کھول دیں استائے اور پھر خم ٹھونک کر میدان میں  
 اتر آئے۔ حریف نہ پا کر آپس ہی میں دست و گریبان ہو گئے۔ قاضی صاحب  
 شورش سے نہ جانے کیوں بیدہ خاطر رہتے تھے اُس کے ظاہر و باطن میں  
 یکسانی کو مشکوک گردانتے۔ حالانکہ شورش اپنے فکر و نظر کے اظہار میں

نیاز فتحپوری سے کچھ کم بے باک نہیں ہے۔ احرار ایک مدت تک نظر پر  
پاکستان کے مخالف رہے ہیں لیکن جب پاکستان ایک حقیقت بن گیا تو  
شاہ جی نے بھی ہندوستان پر پاکستان کو ترجیح دی اور اسے آٹھ کر  
ملتان آئے اور یہ بڑے طرف کی بات ہے کہ آدمی اپنی رائے جمہور  
امت کے حق میں بدل دے اس کا جہود شورش میں شد و مد سے کٹر کانگریسی  
اور گاندھی بھگت لیڈر مولانا ابوالکلام آزاد کا دفاع کرتے ہیں اس سے  
ان کے مولانا مرحوم سے تعلق خاطر کا پتا ملتا ہے۔

مرحوم کھانے سے بھی پورا پورا انصاف کرتے تھے مرغ بلا وٹری  
رغبت سے کھاتے تھے اچھی پکی ہوئی دال بھی مل جائے تو کھر میں مبارکباد  
کہلاتے۔ اچار کا ان سے بڑھ کر کوئی اور رسیا میں نے نہیں دیکھا۔ خدا لائق  
کہتا ہوں پیانے بھر کھر کے بالکل سائیں کی طرح کھاتے اور ڈکار تھکا نہ لیتے۔  
ہاؤنم رہا ہو گا ورنہ ایسے کارنامے انجام دینا معمولی دلی گردے کا کام نہیں۔  
دستروان پر اچار نہ ہو تو باصرار طلب کرتے اور مزے لے لے کر کھاتے۔  
خلیم اجمل خاں کے یہاں بیٹر کا اچار کھا چکے تھے حکیم صاحب کی مذاقت  
کے مداح تھے۔ ایک مریض آیا نسخہ تجویز کر دیا۔ جانے لگا تو ہدایت فرمائی  
گئی کہ آئندہ جو اہر گزرنہ کھینا۔ حضرت مریض کا جواب ہے کیا تعلق خلیم صاحب  
بولے یہ مزدور جو کھیلنے وقت پیسے منہ میں رکھ لیتے ہیں، زنگ اترتا رہتا  
ہے پھیپھڑے متاثر ہو ہی جاتے ہیں۔ ذیابیطس کے مریض ہو کر بھی آم  
بڑے شوق سے کھاتے یہ پسند بھی کھی ان کی۔ دستروان پر کوئی شخص  
یہی کرتے کہ زیادہ سے زیادہ ان کے حصہ میں آئیں چھینا چھپسی سے بھی  
نہ چوکتے۔ آموں کے باغ بھی اپنی زرعی زمینوں میں لگا رکھے تھے۔



کھانا کھاتے کھاتے اچھی سی بوٹی نصف تو خود رانٹوں سے الگ  
 کر لیتے اور بقیہ نصف اس کے اُس کے منہ میں دے دیتے ہیں غلطی اور اپنا  
 کی اس بے پناہ بیخاری سے بچنے کے لئے ہمیشہ بچ کر بیٹھتا۔ یہی حال پانی  
 کا تھا۔ جھوٹا پیتے پلاتے اور یہ سب کچھ اسلام میں انسانی مساوات  
 کی تعلیمات کا منظر تھا۔ شجاع آباد میں تین ہمالیوں کو ایک ہی بڑے  
 طشتی نمایاں میں سالن دیا گیا میں نے تو ایک بوٹی الگ سے روٹی  
 پر نکال کے رکھی اور بھوکا اٹھ گیا یہ اندازہ کراہت تو نہیں کہہ سکتا بہر حال  
 مجھے کھن ضرور آتی ہے۔ یوں تو متعدد دوسری غذاؤں کو گوارا کر لیتا  
 ہوں مگر کھانے پینے کے معاملہ میں نفاست طبع کو کیا کروں۔ ہمراہیوں کا  
 بھی بڑا خیال کرتے ان کی پلیٹوں میں اپنے ہاتھ سے سالن وغیرہ ڈالتے  
 نہیں انڈیل دیتے اور کھلا کھلا کر بے جان کر دیتے۔ میں نے کبھی مرحوم کے  
 مصاحبین کو تقریریں سنتے ہوئے نہیں دیکھا ادھر کھایا اور اٹا غنیل ہو گئے  
 اس بے حسی کو محسوس کرتے اور ہر ملاکتے تم لوگ میرے ساتھ رہ کر استفادہ  
 نہیں کرتے اگر انیس ہوتا تمہاری جگہ تو ایک دفتر سمیٹ لیتا۔ کسی کی حقیر  
 کے ہرگز روادار نہیں تھے البتہ طنز لطیف سے بچ نکلتا بڑا مشکل تھا۔  
 منجھ لوری میں تقریر شروع کرنے سے پہلے ان کی نظر علیہ گاہ کے ایک کونہ  
 میں مینر کرسی کا غنم سینھا لے ایک تھا انداز صاحب پر پری۔ مسکرائے  
 اور اشارہ کر کے فرمایا آپ کے ساتھ تو دو فرشتے ہیں مجھ پر تقریر چار  
 کا ہے۔ خطاب فرما چکے تو معانقہ اس فرشتے سے بھی ہوا۔ کون نہیں  
 جانتا کہ قادیانیوں سے وہ کس درجہ اختلاف رکھتے تھے مگر انفرادی طور  
 پر جا جا کر ان سے ملتے اور اس حسن سلوک کے اخلاقی اور اصلاحی

ردعمل کے منتظر رہتے۔

تقریباً پچاس برس کے سن میں بھی زمانے کی کر لیتے تھے لیکن ماچھی گوٹھ کی تقریب کچھ ایسی روکھی پھسکی رہی کہ ہم نے چھڑنا ہی تھی۔ جب کبھی وہ عام گفتگو میں فراموشی بھرتے اور کسی طرح مات کھاتے (اور مات انہیں دے بھی کون سکتا تھا) نظر نہ آتے یا یوں کہہ لیجئے جو کڑیاں بھرتے تو ہم اس تقریب کی یاد تازہ کر کے رکاوٹیں کھڑی کرنے کی کوشش کرتے وہ درانہ پھلانگ کر ہمیں چت کر لیتے۔ اس کمی کو مرحوم نے سبھروہ کی تقریب میں پورا کیا، جی بھر کے ہمیں رگیدا۔ غالباً ان کو اس کا اہتمام ہوا تھا کہ میں کسی کا جھوٹا پانی نہیں پیتا جی وہ نام لے لے کر کوستے رہے۔ کچھ اس طرح مثال دی کہ ”ہاں ہاں اس گلاس کو ہاتھ نہ لگانا یہ بیرانس سائیں کا گلاس ہے سائیں کا گلاس نہ ہوا کتے کے کھانے کا برتن ہوا“ اس پر ہم نے واپسی میں مزاحاً احتجاج کیا یہ اچھے بہان ہیں آپ، جلسہ عام میں یوں گالیاں دی جا رہی ہیں۔ قاضی صاحب کی سہر زنش پر غالب یاد آئے یعنی گالیاں کھانے بھی ہم بے مزہ نہ ہوئے یہ تقریب یاد آ رہی ہے کہ آرائی میں جس جو کڑی میں بیٹھا ہوا تھا سب کی حالت غیر تھی اور آنسوؤں کا طوفان جسے اشک ہائے ندامت کہتے رکنا نظر نہ آتا تھا۔ گلامیرا بھی رنڈنڈھکھا شک ہوا جذبات اٹھائے، ضبط کیا اور رسوائی میرا مقدر نہ بن سکی۔ کسی نے سچ کہا ہے

ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

خاتمہ کلام پر ہجوم دست بوسی کے لئے ٹوٹ پڑا میں صرف ہاتھ میں ہاتھ دے کر رہ گیا۔ رات کے دو بج رہے تھے اس وقت یہ دو نفل کیے بہ

کتنے لگے جلسہ گاہ سے رخصت ہوتے وقت دو نوجوان آگے بڑھ کر ملے اور کہہ ہم نے آج اسلام کی روح کو پایا، یہ دونوں اسی کا شکر ادا تھے، کتے تھے صرف ایک آدمی سے میں نے شکست کھائی ہے اور وہ تھا سکندر حیات۔ اس کی وزارت کا دور دردم تھا ایک ایسے طبقہ کی وزارت وزیر موصوف کرنے والے تھے جس میں مجھے بھی تقریر کرنا تھی سوچا موتا اچھا ہے جو کچھ کہنا ہے کہ دور۔ میں نے اسے انگریزوں کا پٹھو اور غدار وطن قرار دیا اور یہ شعر پڑھا ہے

حرم کو بندہ لانت و منات کیا جانے

خدا کے گئے نو سکندر حیات کیا جانے

سکندر حیات سب کچھ خاموش سنتا اور مسکراتا رہا۔ صدارتی تقریر کے لئے کھڑا ہوا اور کہا یہ بڑے فخر اور مسرت کی بات ہے کہ میرے دور حکومت میں ایسے حق گو بھی موجود ہیں جو میرے سامنے کلمہ حق کہہ سکتے ہیں۔ یہ سن کر میں بانی بانی ہو گیا۔ مروجہ کی بے باکی یہاں تک بڑھی ہوئی تھی کہ سندھ کے ایک گورنر کی ڈائی پلٹ کر جھنجھوڑا اور کہا جب خدا کے دربار میں پہنچو گے تو کیا جواب دو گے۔

تقریر کرنے جہاں بھی پہنچتے "ناکہ بندی" تو لازم تھی، یہ بھی طرح طرح سے حکم دیتے، کبھی قالی کی وردی حاصل کر کے غچہ دے جلتے اور گلے مختلف عمارتوں کی چھتیں طے کر کے ٹیڑھیاں لگا کر مسجد و زیرعناں میں وقت تقریر پر پہنچتے، دل کا بخار نکالتے اور ہاتھ زنجیر و سلاسل کے لئے آگے بڑھا دیتے۔ سنجیدہ مذہبی مسائل میں بھی طنز و مزاح کی چاشنی بقدر حسن بیان شامل رکھتے، اور ایک سماں باندھ دیتے۔ شدید ہے

کہ بہادر یار جنگ مرحوم کھڑے ہوتے تو اعلان کر دیتے کہ جس کا جی چاہے جاسکتا ہے، اس کا مطلب یہ تھا کہ اگر میں نے بولنا شروع کر دیا تو آپ کا بیچ میں سے اٹھ کر جانا ناممکن ہو جائے گا۔ قاضی صاحب بھی کم نہیں تھے تقریر کے دوران میں بادل گھرائے۔ بادل برسایا یہ گرجا گئے۔ جل تھل ایک ہو گئے تو مجمع کو ساکنہ لگنے لگے۔ پھرے۔ پچاس برس کی عمر میں بھی خوب ہٹے کئے چپت، چالاک اور چاق و چوبند۔ بے انتہا نمکین بھرے بھرے کال، یہ حالت تو یوں کہیے دم آخر تھی، ایام شباب میں کیا عالم رہا ہوگا۔ اس کے باوجود دلی کے ایک جلسہ عام میں جوش تقریر میں اواز اونچی ہوتی چلی گئی اور اس قدر چیخ چیخ کر بولے کہ وقتی طور پر پھیپھے متاثر ہو گئے۔ شدت جذبات سے خلوص نیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ "خطیب پاکستان" خطاب جمہور امت کا دیا ہوا تھا۔ بعض حلقوں میں "بلبل پاکستان" مشہور تھے۔ میں نے اپنی بیاض میں یہی ترکیب لکھ رکھی تھی فلم زد کرتے ہوئے فرمایا، اچھے خالص آدمی کو چڑھا کر میں کیوں ڈال رہے ہوں۔

سینکڑوں اشعار ازبر تھے اور تقریر کے دوران میں نیسنے کی طرح جڑتے چلے جاتے یہی حال عام گفتگو کا تھا۔ اکبر اور اقبال کے حافظ تھے زبان و بیان کے اعتبار سے پست اور غیر معیاری اشعار سے بھی کام لیتے ایک شعر بنا کر فرمانے لگے رقیب کی تعریف میں اس سے بہتر شعر مری نظر سے نہیں گزرا۔ میں نے کہا یہ ہے کس کا؟ بولے ناسخ اور کون۔ افسوس مجھے وہ شعر یاد نہیں رہا۔ اس کا مفہوم یہ تھا کہ رقیب جب ہماری محبوب کا محبوب ہے تو ہمیں کیوں نہ محبوب ہو۔ اب جو ناسخ کا مجموعہ کلام دیکھتا ہوں تو اس مضمون کا کوئی شعر نظر نہیں آتا، ممکن ہے آتش کا ہو۔

مناخرین کے ساتھ ساتھ متقدمین کو بھی ترجیح دیتے۔ عدم اور فیض کے علاوہ ان سے بھی کم تر غزل گو یوں کے اشعار یاد تھے۔ پنجابی میں وارث شاہ اور نئے رنگ میں لکھنے والوں کی پوری پوری نظمیوں سنایا کرتے۔ سرائیکی ان کی مادری زبان تھی اسے بھی مایوس نہ کرتے اور موقع بہ موقع خواجہ فرید کو گنگناہتے۔

خانے تیرنجار میں بھی خطابت کے جو سرد کھاتے رہتے تھے۔ رقت طاری ہو جاتی تھی یا پیشہ ورا نہ تھا یہیں رقت طاری کر لیتے تھے۔ سبھو پور میں یہ دیکھ کر خوش ہوئے کہ جلسہ گاہ شہر کے مرکزی مقام پر ہے اور لاڈ اسپیکر کا انتظام بھی کیا گیا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ خدائین نے بھی گھر بیٹھے اور پردے میں یہ کہہ کر اسلامی تعلیمات کی شرع و تفسیر سن لی۔ مرحوم کو صنف نازک کی اس محرومی کا بڑا احساس رہا کرتا تھا، حتیٰ الامکان کوشش کرتے تھے کہ کسی قدر انا لہ ہوتا رہے۔

تنگ نظری، جہل، تعصب سے کوسوں دور تھے۔ وسیع المشرب وسیع النظر وسیع المذاقات و فاضل شعارہنس مکھ بہان نواز دلیر اور رنگ آدمی تھے۔ اچھا کھاتے اچھا پہنتے، کشادہ دل، ہاتھ کھلا ہوا تھا اس لئے نذرانے بلا تردد قبول کر لیتے تھے، تقریروں کا معاوضہ بھی لے لیتے۔ معقول آمدنی شہری جائداد اور زرعی زمین سے بھی تھی جس سے ملتے اسی کے ہو کر ملتے گلے لگاتے پیار کرتے اجاب و اعزہ کی خیریت پوچھتے انجان لوگوں کو اس طرح چٹا لیتے گویا مدتوں کی شناسائی ہے۔ امر اور غمراہ میں کوئی امتیاز نہ رہتے چاہے آپ کیسے ہی میلے چکٹ کپڑے پہنے ہوئے ہوں، میل اور پسینے کی آمیزش سے سر اپا عفونت کو بالکل



اُسی انداز سے اپنی باتوں میں لے لیں گے جس طرح لباس حریر میں بیٹے ہوئے کسی مشوق چہارہ سالہ کو لیا جاسکتا ہے۔ جلسہ گاہ سے رخصت ہو رہے ہیں سامنے سے مجمع کو چیرتا ہوا ایک چمپک زدہ کریمہ صورت نابینا شخص نمودار ہوتا ہے اور قاضی صاحب کے دست بوس ہو چکی تمنا کا اظہار کرتا ہے۔ بے اختیار یہ کہہ کر گلے سے لگا لیتے ہیں اور پیشانی چومتے ہیں، میاں آپ نے تو انبیاء کو بھی ڈانٹ پلوادی تھی۔ یہ اشارہ تھا قرآن حکیم کی ان آیات کی طرف عَبَسَ وَتَوَلَّىٰ اَنْ جَاءَهُ الْاَسْفٰی وَمَا یَدْرٰی لَکَ لَعَلَّہُ یَزِکٰی اَوْ یذِکَّرُ فَتَنْفَعُ الذِّکْرٰی اَمَّا مَنْ اَسْتَعْنٰی فَاَنْتَ لَہٗ تَصَدِّیْ وَمَا عَلٰیکَ اَلَّا یَزِکٰی وَ اَمَّا مَنْ جَاءَکَ یَسْعٰی وَهُوَ یَخْشٰی فَاَنْتَ عَنْہُ تَلٰہٰی کَلَّا اِنَّمَا تَذِکْرٰةٌ۔ ترجمہ :- پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں یہ جیسے ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا تھا اور آپ کو کیا خبر شاید نابینا (آپ کی تعلیم سے پورے طور پر) سنور جاتا یا (کسی خاص امر میں) نصیحت قبول کرتا سو اس کو نصیحت کرنا (کچھ نہ کچھ) فائدہ پہنچاتا تو جو شخص (دین سے) بے پروا کی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنوے اور جو شخص آپ کے پاس (دین کے شوق میں) دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (خدا سے) ڈرتا ہے آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں۔ (آپ آئندہ) ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن (محض ایک) نصیحت کی حیرت سے۔ (ترجمہ مولانا اشرف علی تھانوی) عام معاشرتی زندگی میں صلح کل آدمی تھے۔ ان کی موجودگی میں لوگوں کی باہمی آویزش اور آمیزش

کی بات چل نکلتی تو مظلوم اور اپنے کئے پر شکیمانہ غیر متعلق اشخاص کی حمایت کرتے اور اپنی ذات کو واسطہ بنا کر دلوں کا غبار دھو ڈالنے میں کامیاب ہو جاتے تو بے پایاں روحانی مسرت اور شادمانی چہرے سے ٹپکی پڑتی تھی۔

مزاج میں خستونت بائیں نہیں تھی بے حد شگفتہ مزاج اور باغ و بہار آدمی تھے۔ کبھی کبھی عربیاں نگار کے وزن پر عربیاں گفتار ہو جاتے تھے مثلاً مس فاطمہ جناح کا ذکر آیا تو یونہی کسی سے روایت کرتے ہوئے فرمایا جس نے ایک کا بوجھ نہیں اٹھایا وہ قوم کا بوجھ کیا اٹھائیں گی، میں نے کہا کیا آپ بھول گئے اگر فاطمہ جناح میدان میں نہ ہوتیں تو پورے ملک کو سانپ سونگھ چکا تھا اس بڑھاپے میں بے خطر آتش نرود میں کود پڑتا، بڑے ظرف اور زندگی کرنے کے حوصلہ کی نشاندہی ہوتی ہے انہوں نے پوری قوم میں زندگی کی لہر دوڑادی اور ثابت کر دیا کہ کسی مقصد کے لئے زندگی بسر کی جائے تو وہ کبھی ختم نہیں ہوتی ہر دم جوان رہتی ہے۔

تو اسے پیمانہ امر و سو فردا سے نہ ناپ

ہے رواں پیہم رواں ہر دم جوان زندگی

میں یہاں یہ باتیں اس لئے نقل کر رہا ہوں کہ مرحوم کی یہی ایک "خانی" میرے علم میں ہے اور اب جانتے ہیں تصویر اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک اس کے روشن اور تاریک پہلو یکساں طور پر سامنے نہ آجائیں۔ اپنی والی کوشش پیری بھی یہی ہے کہ جو کچھ میں اپنے موضوع کے بارے میں جانتا ہوں لگی لپٹی رکھے بغیر نقل کرتا چلوں۔ یہ اس عمر رسیدہ خاتون

ہی کی کرامت تھی کہ ایوب اپنی انتخابی تقریروں میں فرمائے بھرنے لگے تھے۔ ایک زمانہ میں مصاحبین لقمے دیا کرتے تب زبان چلتی۔ سابق صدر کی بدحواسی کا عالم بھی دیدنی تھا، پورے پاکستان میں مارے مارے پھرے اور چھوٹی بڑی بے شمار حماقتیں سرزد ہوئیں۔ حامی قاضی صاحب صدر ایوب کے بھی نہیں تھے، بلاوے پر مل چکے تھے۔ پاک بھارت جنگ کو جہاد سے تعبیر کرنے میں تامل تھا۔ تامل کیا تھا صاف صاف کہتے تھے میں اسے جہاد نہیں سمجھتا۔ پاک افواج کے کارہائے نمایاں کی تردید کرتے ہوئے کہتے تھے جس بے جگری سے ہمارے جوان لڑے ہیں اس کی مثالیں صرف اسلامی تاریخ سے ہی پیش کی جاسکتی ہیں اور یہ جذبہ عتیبہ اسلام کا ہے۔ ہماری فوجوں کو اپنے سپاہیانہ جوہر دکھانے کا موقع ملا۔

کیا تھا۔ صدر ایوب کے میدان جنگ میں اگلے مورچوں تک باوجود روک تھام کے چمے جانے کی روایت بھی قاضی صاحب سے منسوب کرتا ہوں۔ صدر کا موقف یہ تھا کہ میدان کارزار میں مجھے دیکھ کر جوانوں کے حوصلے بڑھیں گے۔ ادھر جناب رئیس امر وی زید اے بخاری سے روایت کرتے تھے کہ بخاری، سلمی اور دو ایک اور دوران جنگ میں صدر کے ساتھ نہ تھی کر دیئے گئے تھے تاکہ ہڈائے رکھیں بخاری کہتے ہیں جب کسی مورچے سے پاکستانیوں کی سپاہی کی خبریں آئیں اور محاذ کی فہم دکھائی جاتی تو کلپنے لگتے اور پیشاب خطا ہو جاتا۔ جسے میں مستند نہیں سمجھتا ایوب اقربا پروری جب جاہ اور ہوس زر کے روگی نہ ہوتے تو انتظامی

قابلیت میں وہ کسی سے کم نہ تھے۔ صدر ناصر ایوب سے کہیں بڑھ کر جابر قاہر اور خطرناک آدمی ہیں مگر ان کی صرف اس ایک خوبی نے تمام خرابیوں پر پردہ ڈال دیا ہے کہ وہ جو کچھ سوچتے ہیں ملک و ملت اور نزع خود پورے عرب کی نمائندگی کرتے ہیں۔ کوئی بل کوئی فیکٹری، بنک، بیلنس بنگلہ کچھ نہیں اور یہاں اپنی لوٹ کو کم تر سمجھتے ہوئے چاروں پانچوں صاحبزادگان کو بھی ٹانگ لیا۔ کوئی اسمبلی میں تو کوئی نوعروس گندھارا کی پول میں دھانس دیا گیا۔

علامہ اقبال سے ملاقات کی تفصیل بھی قاضی صاحب نے مجھے بتائی تھی میں نے اپنی قوت حافظہ پر ناحق اعتماد کر لیا اب سوائے اس کے کچھ یاد نہیں پڑتا کہ تین سوال کئے گئے تھے۔ پہلا سوال مرزا ایتن سے متعلق تھا جس کی علامہ نے تنقیص اور تودید فرمائی۔ دوسرا سوال علامہ کی شاعری اور تفسیر انہیں کہا جاسکتا کہ کیا تھا۔ اسی طرح پنڈت جواہر لال نہرو سے معرکہ آرائیوں کی جزئیات بھی مجھے یاد نہیں رہیں۔

تصویریں وہ انروا لیا کرتے تھے کبھی چہرہ پردہ و مال ڈال لیتے کبھی ہاتھوں سے چھپانے کی کوشش کرتے۔ میں نے ان کے ہاں سات عکس لئے جن میں سے ایک ایسا ہے جس میں میرا نے اپنے بچے (ابوالکلام) کو گود میں بٹھا دیا اور وہ بھی پورے اہتمام سے تصویر کھینچوانے ہی کے انداز میں بیٹھ گئے تھے۔ افسوس میری تصویر کسی نے مرحوم کے ساتھ کی نہ اتاری۔ مجھے بھی اس کا خیال نہیں آیا۔ اپنی چند تصویریں مجھ سے چھین کر لے بھی گئے تھے۔ بیوی کو غیر مردوں کو دیکھنے کا حکم نہیں تھا تمہیل ارشاد میں بیگم صاحب نے وہ سب تصویریں مجموعہ جلا کر خاکستر کر دیا جہاں

جہاں مرحوم "غیر مرادوں" کے جلو میں کھڑے یا بیٹھے ہوئے نظر آئے۔ اس طرح بڑا نادر ذخیرہ ضائع ہو گیا۔ تصویر اور کیمیرہ کی افادیت کے قائل تھے۔ ایک وردی پوش فوجی کو مرزا بشیر الدین محمود کے قدم بوس ہوتے وقت کی تصویر لے کر کمانڈر انچیف کو بھجوانے کی تمنا کیمیرہ کی غیر موجودگی کی وجہ سے تشنہ تکمیل رہ گئی۔ مرحوم اسے پاکستانی وردی کی تذلیل تصور کرتے تھے۔ کیمیرہ خریدنے کے منصوبے بنایا کرتے تھے۔ بنیائی آخر وقت تک ٹھیک رہی۔ میں نے پڑھتے لکھتے وقت چشمہ لگائے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔

پہلی بار کم از کم میرے علم میں (محمد آباد تشریف لاتے تو ارادے بالیجی دینو عاقل) جا کر مولانا حامد اللہ سے ملنے کے باندھ لیتے۔ دو کواڑوں کی ڈبیا سی اوپن کار میں جب ہم لڈکھلے ہیں تو سفر قاضی صاحب کی خوش طبعی کہوں یا خوش فعلیوں سے خاصا خوش گوار ہو گیا تھا۔ صالح بھائی کو جو اس گاڑی کے ناخدا بھی تھے کسی بات پر دہلج ہی تو لیا اور پیشانی چومے بغیر نہ چھوڑا۔ گاڑی کا ڈگمگا کر رہ جانا بعد از قیاس نہیں تھا، بلکہ درختوں سے ٹکراتے ٹکراتے رہ گئی۔ گرمی چونکہ شدت کی پڑی تھی اس لئے اثنائے سفر میں اکل و شرب کی ضرورت پڑی تو رکنا پڑا۔ اب تلاش مسلم ہوٹل کی شروع ہوئی۔ سندھ میں کثرت سے ہندو بھی آباد ہیں اتنا پسند مسلمان ان کے ہوٹلوں میں جاتے ہوئے بچکیا تے کیا ہیں سرے سے جاتے ہی نہیں۔ اکثریت کا طرز عمل اس کے برعکس ہے۔ مجھے یاد ہے بچپن میں ہم گاؤں سے شہر جاتے تو سب سے اچھی جلیبیاں ہندو حلوائیوں کے یہاں ملا کرتی تھیں۔ تقسیم ملک کے بعد یہ عصبیت

نہ جانے کہاں سے در آئی جو اسلامی تعلیمات کے سراسر خلاف ہے۔  
 ہم نے تو رسول اکرمؐ کو غیر مسلم و خود کی پذیرائی میں ایک موقعہ پر اپنی چادر  
 بچھا کر انسانی مساوات کو ہاتھ سے نہ جانے دینے اور اخلاقیات کی دنیا  
 میں غیر فانی اور انقلاب آفریں مثال قائم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ ہاں  
 تو یہ معلوم ہونے کے بعد کہ یہ تو "ہندو ہوٹل" ہے ہمارا "قافلہ" آگے  
 بڑھا اور تجسس مزید کے لئے ایک اور ہوٹل کے سامنے رکا۔ میں نے کہا  
 یہاں پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ دیکھ نہیں رہے آپ حضرات کہ یہ  
 سرخ سرخ آنکھوں والے منیجر صاحب ابھی ابھی چیرس کا دم لگا کر آئے  
 ہیں ظاہر ہے مسلمان ہیں۔ قاضی صاحب میری یادہ گوئی پر حد درجہ مخطوط  
 ہوئے۔ یہاں یہ وضاحت کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ ہندو مسلم  
 گریڈ صالح بھائی کی "پائیرنگی طبع" کا نتیجہ تھی۔ مرحوم قاضی صاحب نے  
 ہندو مسلم کی کوئی قید نہیں لگائی۔ تازہ دم ہو کر یہ کارواں پھر آگے بڑھا  
 اور ہاتھی جا کر دم لیا، مولانا حامد اللہ مسجد میں بیٹھے ہوئے کسی تفسیر کی تلاوت  
 فرما رہے تھے۔ قاضی صاحب کی دیکھا دیکھی میں نے بھی پیروں کو چھوا  
 اور یہ پانچ نفری " وفد " مودب بیٹھ گیا۔ پانچ دس منٹ بعد متوجہ  
 ہوئے اور چھنگلی سے ہر ایک کو مخاطب کیا۔ خیریت دریافت کرتے ہوئے  
 فرمایا آپ توجیل میں تھے، اسے مرحوم نے مولانا کی الہامی کیفیت سے  
 متصور کیا اور بہت متاثر ہوئے۔ کہنے لگے دیکھا حضرت اختیار نہیں دیکھتے  
 مگر میری نظر بندی آپ کے علم میں تھی۔ کھانے کا وقت ہو چکا تھا پھوس  
 کے چھپرے نیچے کچی کچی پیکی روٹیوں اور غالباً بینگن کے سالن سے پیٹ کا  
 دوزخ بھرنا پڑا۔ ہم کھانا نہ ہر مار دکم از کم میری حالت تو یہی تھی، کرسی پر تھے



کہ مولانا مسجد سے حویلی میں جاتے ہوئے ہمارے قریب سے گذرے اور ایک مرید کے نذر کئے گئے آموں میں سے تھوڑا سا حصہ ہمیں بھی مل گیا۔ رخصتی معانقہ کرتے ہوئے قاضی صاحب رو رہے تھے۔ میں نے تو نہیں سنا صامح بھائی راوی ہیں کہ مولانا نے قاضی صاحب سے کہا ”ہم آپ کو دیکھ لیتے ہیں۔ قاضی صاحب کی حالت اس لئے غیر ہوتی جاتی تھی کہ مولانا سجانے اس گنہگار کو کس حال میں دیکھتے ہوں گے۔“ چلے تو اب قاضی صاحب مصر ہیں کہ حضرت نے سکھر جانے کے بارے میں کیوں پوچھا تھا۔ چلو سکھر چلیں، لیجئے ہم سکھر پہنچ گئے۔ یہاں اُن کے ایک مرید کے ہاں کھانا بھی ہوا اور لو سے چھکارا بھی۔ باصرار اپنے پہلو میں لٹایا۔ سکھر میں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس سرکاری افسر سے (غالباً چیف سٹلمنٹ کمانڈر) کسی کی سفارش کے لئے لاہور جانے والے تھے وہ تو کراچی میں براہمان ہے۔ اب تو مولانا حماد اللہ کی ولایت غیر مشکوک اور شہادت سے بالاتر ہو کر رہی۔ مولانا مرحوم طویل اقامت اور بحیم شمیم آدمی تھے فریبی صحت مند انہیں مریضانہ تھی۔ نیک نفس اور اللہ اللہ کرنے والے بزرگ تھے بیچ تو یہ ہے کہ مجھے وہاں جا کر طمانیت قلب نصیب نہیں ہوئی مرحوم کی روحانیت مجھ پر منعکس نہیں ہوئی میرے دل میں احترام ابھی تک ہے۔

قاضی صاحب تو خیبر میل سے کراچی سدھارے اور ہم پیدھے

سینما ہال میں آگھے۔ نہیں کہا جاسکتا کہ مرحوم نے کبھی فلمیں بھی دیکھی ہونگی یا نہیں۔ فلمی گانے سن لیا کرتے تھے۔ صالح بھائی راوی ہیں کہ ریوے پھاٹک بند ہونے کی وجہ سے ہم ر کے تو حضرت اتر کر ٹہلنے اور ضروریات سے فراغت حاصل کرنے کے لئے نکل گئے۔ اسے غنیمت جان کر ریڈیو کھول دیا۔ آتے آتے کانوں میں بھنگ پڑ چکی تھی بیٹھتے ہی ٹوٹتے ہوئے طنز یہ فرمایا بھئی کیوں بند کر دیا میں بھی سلسلہ چشتیہ سے منسلک ہوں۔ شہ پاکریاروں نے ریڈیو پھر پھیر دیا اور تمام راستے لتا وغیرہ کو سنتے رہے۔

”ابتدائے عشق“ میں صالح بھائی سے پوچھنے لگے، انیس بی۔ اے تو ہو گا ہی۔ حالانکہ یہاں سوائے حسرت تعمیر گھر میں خاک نہیں۔ مرحوم بلا مبالغہ ہزاروں سے ملے بزرگوں کی آنکھیں دیکھے ہوئے بڑے بوڑھوں اور لگے وقتوں کے لوگوں کے صحبت یافتہ، بلند پایہ معاصرین سے شب و روز کی مجلس آرائیاں اور چٹک، عوامی ربط ضبط سبھی کچھ تھا مگر معاف کیجئے گا مردم شناسی چھوٹک نہیں گئی تھی۔ میں نے ان کے حواریوں میں ریاکار اور خود غرض لوگوں کی بہا، ہی دیکھی جنہیں مرحوم اپنا ہوا خواہ اور فخلص سمجھتے رہے۔

قاضی صاحب دل کے ساتھ پاسبان عقل ضرور رکھتے تھے مگر ان کا شمار اہل خرد میں نہیں اصحاب جنوں میں ہوتا تھا۔ وہ ایک چوٹ کھایا ہوا دل رکھتے تھے۔ بے انتہا رقیق القلب، دل کے معاملات

کا ذکر نہیں آبدیدہ کر دیا کرتا تھا، گھٹھی بندھ جاتی، آنسوؤں کے موتی  
 رونے لگتے۔ خدا اور رسول کے بعد اپنی بچیوں اور بیوی سے عشق  
 تھا، عشق مجازی کا مرجع بیوی بچے اور حقیقی کا خدا اور رسول۔ اولاد نرینہ  
 سے محروم رہے مگر وہ اپنی اس محرومی پر کبھی ماتم کناں نہیں دیکھے گئے۔  
 ہرزچہ کو اپنا بچہ سمجھ کر پیار کرتے اور جی بہلاتے۔

مرحوم بسا اوقات اپنی محبت کا اظہار خاصے مبالغہ آمیز پیرایہ میں  
 بیان کیا کرتے تھے لیکن اس میں شبہ نہیں دخل کذب و ہرما کو بہت  
 کم رہا ہے۔ وہ سراپا محبت تھے۔ وہ محبت ہی محبت تھے محبت کی قسم۔  
 ۲۶ مارچ ۱۹۶۵ء مرحوم صادق آباد تشریف لائے حسن اتفاق کہہ لیجئے  
 یا میری خوش بختی مد بھٹریپ رکارڈ در دست برادر صالِح سے بھی  
 وہیں ہو گئی۔ میرے لئے پیغام ٹیپ ہوا، آہ اب کہاں لوگ اس  
 محبت کے!

پیغام قاضی صاحب  
 باں گروہ کہ از ساغر وفا مستند  
 سلام ما برسائید ہر کجا ہستند  
 پڑھی نماز جنازہ کی میری بیخبروں نے مرے تھے جن کے لئے وہ رہے ذوق کرتے

اور پیارے

آراکش جمال میں وہ ہیں ابھی مگن  
 اور میں نے آسمان کے ستارے بھی گن لئے

اس علاقہ میں آؤں اور اپنے انیس سے محسوم  
 رہوں یہ میری سب سے بڑی بد قسمتی نہیں تو  
 اور کیا ہے۔ بہر حال انیس کی یاد میرے شامل  
 حال ہے۔ اللہ سے دونوں جہانوں کی رحمتیں  
 اور مسرتیں عطا فرمائے۔ پروگرام بن رہا ہے شاید  
 ایک ہفتہ کا پروگرام بن جائے تو حاضری دے کر  
 آنکھیں کھنڈی کر سکوں۔ السلام علیکم میرا ہدیہ  
 سلام قبول فرمائیں۔

قاضی صاحب مجرم عاشقاں میں لیٹے ہوئے کراہ رہے ہیں پیٹ  
 میں درد کم لیکن عشاق کو ٹرپانے کے لئے زیادہ ظاہر کر رہے ہیں صالح  
 بھائی بھی موجود ہیں باتوں باتوں میں شکایتا کہتے ہیں  
 صالح :- آپ ہمارے یہاں آتے نہیں  
 قاضی :- تم بلا تے نہیں تو آئیں کیسے  
 صالح :- یہ تو نہیں بارہا بلا چکا ہوں  
 قاضی :- لوگو دیکھو یہ جھوٹ بول رہا ہے اور صحیح سلامت  
 بیٹھا ہے۔ ایک زمانہ میں جھوٹ بولنے والے کو بخار  
 چڑھ جاتا تھا۔  
 صالح :- (یہ بھی کہاں چوکنے والے تھے) جی بخار تو نہیں اب  
 پیٹ میں درد ضرور ہو جاتا ہے۔

قاضی :- ( مچھنیپ مٹانے کے لئے ) اچھا اچھا اب زیادہ باتیں  
 نہ بناؤ اور میری ٹانگیں دباؤ

یہ پہلا موقعہ تھا انہیں ناجواب ہوتے ہوئے دیکھا گیا۔ نہ عام  
 طور پر اگر کوئی خم ٹھونک کر سامنے آیا بھی تو چٹکیوں میں اڑا دیا گیا۔  
 پوری زندگی تحریک آزادی اور اسلامی قدروں کی ترویج اور ترقی  
 میں گذری۔ خدا کی وحدانیت کے مبلغ اور رسول کی رسالت و صداقت  
 کی تعریف و توصیف کا بقول شبلی ایک شعر بن کر رہ گئے تھے۔ وہ  
 گفتار ہی کے نہیں کر دار کے بھی غازی تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے  
 تھے اور ارکان اسلامی پر جان چھڑکتے تھے۔ مولانا مودودی کی  
 "تفہیم القرآن" میں کہیں صحابہ پر (بقول قاضی صاحب) تنقید دیکھ کر  
 برا فروختہ ہوئے اور شد و مد سے اختلاف رائے کیا۔ ایک نوجوان پر  
 اس لئے بگڑے کہ اس نے پندرہ پارے تو حفظ کر لئے اور بقیہ یہ بکھر  
 چھوڑ دیے کہ دل نہیں لگ رہا۔ کہتے تھے تمہیں خدا کے یہاں جواب وہ  
 ہونا پڑے گا۔ حیات مسیح اور معراج جسمانی کے قائل تھے۔ حج کر چکے تھے  
 اپنی معذوریوں کو بھی ساتھ لے گئے اور حضور کے روضے کے  
 سامنے ماں کے قدموں کو چومتے وہ روکتیں تو کہتے میری جنت تو  
 انہی قدموں تلے ہے۔

شجاع آباد کے مشہور قاضی خاندان سے تھے، بادشاہی مسجد کے  
 مفتی اور پیش امام تھے۔ مسجد کی ہر سال توسیع ہوتی رہتی تھی اور اس کے

تھے اجباب کی جیلوں کو بے تکلف ٹوٹتے رہتے تھے۔ تقاضے مجھ سے بھی ہوئے مگر یہاں جیل کے گھونسلے میں ماس کہاں۔

مرحوم شوق جہاد اور پاداش جذبہ آزادی میں بحیثیت مجموعی نو برس جیل میں رہے۔ آزادی کے بعد بھی "بلیک لسٹ" میں رہے کبھی یہاں تو کبھی وہاں داخلہ بند۔ سامعین میں سے کسی نے سوال کیا کہ خلفائے راشدین اور موجودہ دور کے حکمرانوں کا موازنہ کیجئے، فرمایا یہ حکومت ان کے مقابلہ میں لاشعے کا درجہ رکھتی ہے۔ اخباری نمائندے نے لاشیں بانڈھا اور قاضی صاحب دھرتے گئے۔ مرزا بونوں کے خلاف ۵۲، ۵۳، ۵۴ میں باقاعدہ تحریک چل نکلی تھی یہ بھی پیش پیش تھے جیل میں ڈال دیئے گئے۔ اسی دوران میں والد کا انتقال ہو گیا۔ حکام نے بہت چاہا درخواست پیش کر دیں تو جنازہ وغیرہ میں شریک ہو سکتے ہیں مگر اس مرد خدا نے منت کش دریاں ہونا پسند نہیں کیا۔ سنا یا کرتے تھے تقسیم ملک کے بعد جب میں پہلی دفعہ جیل جانے لگا تو والد ابدیدہ ہو گئے۔ میں حیران یا الہی یہ ماجرا کیا ہے یہ کوئی نئی بات تو نہیں تھی قید و بند کی آزمائشیں ازل سے مقدر ہو چکی تھیں۔ عرض کیا حضور یہ کیا۔ بولے بیٹا پہلے غیروں سے معاملہ تھا اب اپنوں کی نظر عنایت ہے۔ جیل میں فرش و فرشوں کہاں۔ تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں ایک پتھر کی چوکی سی بنا دی جاتی ہے جس پر ایک جوڑوں سے بھرا ہوا دھسہ بھی پڑا رہتا ہے۔



یہ قلندر کچھ ایسے گھوڑے بیچ کر سویا کہ کروٹ بدلتے ہی نیچے آ رہا۔  
 بڑی کہنی سے اتر گئی یا ٹوٹ گئی اس لئے ایک بازو خمیدہ تھا۔  
 جیل میں بقول مرحوم نہ ہر دیا گیا تھا جس کے اثرات گرمیوں میں عود  
 کر آتے تھے۔ پھر تو وہ مستقل مریض رہنے لگے۔ مرض کی طوالت  
 کو دیکھتے ہوئے شورش نے اپنی دعائیہ نظم میں لکھا تھا، ۴

چھہہینے سے سفیر اسلام کا بیمار ہے

لاہور اور ملتان کے اچھے سے اچھے ڈاکٹروں نے علاج کیا مگر مرض  
 بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی یہاں تک کہ وہ مایوس ہو کر گھر آ گئے۔  
 جگر اور گردے متاثر تھے۔ میں اسی مرض الموت میں مزاج پر سی  
 کے لئے حاضر ہوا۔ ایک کھری چار پائی پر کھجور کے پتوں سے بنی ہوئی  
 چٹائی ڈالے لیٹے کیا پڑے ہوئے تھے۔ سوکھ کر قاق ہو چکے تھے۔  
 وہ تن و توش سب غائب۔ وہ شخص جو گھنٹوں ہر موضوع پر جو شبلی  
 گفتگو کر سکتا تھا تقریر کرنے کھڑا ہو تو محض الفاظ کی جادوگری سے  
 ہزاروں کی دنیا بدل دیتا تھا جب جی چاہے ہنسا دے، رلا دے  
 اس کی بے بسی اور بے چارگی دیکھی نہیں جاتی تھی۔ سن لیتے تھے  
 بولنے کا یارا نہ تھا۔ کان لے جا کر منہ سے لگا دو تب کچھ پلے پڑتا تھا  
 ہوش و حواس قائم تھے۔ تنہا تھے میں نے پوچھا وہ آپ کے  
 "رفیق خاص" لیکن کیا مجھے بہ انگشت شہادت بلند کر کے رہ گئے یعنی  
 اللہ کے سوا کوئی نہیں رہا۔ انہی دنوں اپنے قلم سے ایک عقیدت

کو لکھا۔

شمع جب بجھنے لگی پروانے وفا بھول گئے  
کون جاتا ہے کسی سوختہ سامان کے قریب

اخبار جنگ کا جمعہ نمبر میرے ہاتھ میں تھا میں نے کہا پیر علی محمد اشرفی  
نے ابوالکلام آزاد پر لکھا ہے۔ فرمایا سناؤ۔ اس کے بعد زیادہ دیر  
بیٹھا اول تو مناسب بھی نہیں تھا دوسرے بیٹھا بھی نہ جاتا تھا، دل  
تھامے ہوئے چلا آیا۔ تھوڑے ہی دنوں بعد میرے لئے یہ سناؤنی  
حیرت زان ثابت نہیں ہوئی کہ لوگ کہتے ہیں شجاعباد سے احسان گیا۔  
پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ  
انسوس تم کو میرے صحبت نہیں رہی

۱۸ فروری ۱۹۶۹ء  
ساتھ بارہ بجے دن

# مکتوبات

(۱)

۱۷ اپریل [۱۹۶۱ء]

محبت پناہ، ہدیہ سلام مسنون  
میں اور تیرے سحر مسلسل کی شکایت  
تیرا ہی تو عالم ہے تری یاد کا عالم

آپ کا  
احسان عفی عنہ

بارگاہِ صلیحار میں ہدیہ سلام، پیاروں کو مبارک  
تذیبہ صلیح محمد شاہ جیلانی مراد میں (انہیں)

(۲)

یکم ذی الحجہ [مہر ڈاک خانہ شجاع آباد، ۷ مئی ۱۹۶۱ء]  
مرکز ہرود وفا کی خدمت میں ہدیہ سلام مسنون

دیدہ تر کا اسرار لیکر

ہم ترا انتظار کرتے ہیں

غنایت نامہ ملا، احسان نوازی کے لئے ہمہ سپاس ہوں میری

تمناؤں کے گلشن میں بہار آگئی۔ خدا کرے یہ حسین وعدہ حسین فریب  
ثابت نہ ہو۔ آئیے اور بصدنا آئیے۔ ماہ جون کی آخری تاریخیں  
مناسب ہوں گی بکھر کسی سرد مقام پر جانے کا ارادہ ہے۔  
بارگاہِ صالح میں ہدیہٴ اخلاص۔ نورِ چشمی ابوالکلام ہخترالی  
وذریۃ صالح کو ہدیہٴ دعا و پیار۔ یاد داران کو سلام مسنون  
دعا گو احسان احمد عفی عنہ

(۳)

محرم الحرام ۱۳۸۱ھ [مہر واک خانہ شجاع آباد ۲۱ جون ۱۹۶۱ء]  
مرکز ہرود وفا۔ وعلیکم السلام، میں مسلسل تبلیغی سفر سے واپس آیا  
نامہ انیس پڑھا حلقہٴ عرض کرتا ہوں سرکلر گیا، مجھے آپ کے معالجوں  
کی تشخیص سے اتفاق نہیں۔ خود تین برس اس چکر میں رہ چکا ہوں  
کسی یونانی معالج کی طرف رجوع فرمائیں قادر کریم کرم فرمائے گا۔  
انیس میاں میں نے تمناؤں کے گلشن سجائے تھے کہ چند دن یوں  
گزاریں گے جیسے گلشن حیات میں بہار جاوداں کا دور دورہ ہو خیر  
میں رحمت پروردگار سے مایوس نہیں۔ مجھے مفصل پروگرام سے  
آگاہی بخشیں۔ حضرت صالح علیہ السلام تو انتقامی جذبہ سے متاثر نظر  
آتے ہیں۔ خیریت خبر سے محروم رکھا گیا ہوں۔ کل دو ڈاڑھیں پھلی  
نکلوائی ہیں شدید درد تھا بستر پہ بیٹھا یہ سطور لکھ رہا ہوں ارادہ  
یوں کر رہا ہوں کہ محمد آباد پہنچوں لیکن سے

مرے شوق کی بلند مری ہمتوں کی پستی  
 پیاروں کو پیارِ غزالی کو دیدہ بوسی، بارگاہِ صلحا میں ہدیہٴ اخلاص  
 دعا گو و دعا جو احسان احمد عفی عنہ  
 [میں نے اپنے تپِ دق میں مبتلا ہونے کی خبر دی تھی موقع ملتے ہی  
 طبع پرسی کے لئے پیچھے اور مریض کی پیشانی بے تکلف چوم لی۔ اسی  
 محبت کا نتیجہ تھا کہ مرض قابو میں آ گیا۔ صالح بھائی نے مسلسل چھ  
 مہینے بلا ناغہ انجکشن لگائے حالانکہ وہ سیاسی اور عوامی آدمی ہیں آج  
 یہاں کل وہاں ]

(۳)

شاہی جامع مسجد  
 شجاع آباد  
 [ہر ڈاک خانہ ملتان، ۲ جون ۱۹۶۱ء]

محبت پناہ! السلام علیکم۔ میں ۱۵ جولائی کو آنے کا ارادہ کر رہا  
 ہوں۔ یہ پروگرام موزوں ہو تو بارگاہِ صالح میں عرض کریں کہ وہ  
 مجھے رحیم یار خاں یا صادق آباد سے وصول فرمائیں اگر وہ مصروف  
 ہوں تو پھر سہی، بہر حال جواب کا منتظر رہوں گا۔

دعا گو احسان احمد عفی عنہ

(۵)

مودت دستگاہ!  
 وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ کل برادرِ مکرم سردار میر عالم خان صاحب

میرے ہم سفر تھے۔ ۱۵ جولائی کو رحیم یار خان انشا اللہ پہنچوں گا، وہیں سارا پیر و گرام بن جائے گا۔ رحیم آباد سے ہوتا ہوا در دوست پر حاضر ہوں گا۔ دیکھتے ہیں نے دریا ڈرتے ہوئے نہیں لکھا، بے ادبی کا مرتکب نہ ہو جاؤں۔

آج لاہور جا رہا ہوں حضرت شاہ صاحب مظلوم وہیں زیر علاج ہیں۔ حضرت صالح کا تغافل سمجھ میں نہیں آیا۔ عدم نے کہا ہے

محبت کا دم آگیا ہے لبوں پر  
تغافل میں تھوڑی سی تخفیف کر دو

[پہر ڈاک خانہ ۴ جولائی ۱۹۶۱ء] آپ کا اپنا احسان عفی عنہ

(۶)

۸ جولائی [۱۹۶۱ء]

انیس جاں! وعلیکم السلام۔ پیر و گرام مرتب کر چکا تھا کہ آج علامہ خالد محمود صاحب ایم۔ اے معہ رفقا لاہور سے کرشن نگر میں مدح صحابہ کے عنوان سے تقریر کا حکم نامہ لے کے پہنچے۔ آئندہ ہفتہ کو لاہور جاؤں گا۔ اتوار کو تقریر کرے شام کو برائے رحیم یار خان سفر کروں گا اور انشا اللہ اتوار شام بڈریجہ خیبر میل صادق آباد پہنچوں گا۔ پیر کو پیر رحیم آباد سے وصول فرمائیں تو مسافر نوازی ہوگی۔ سید ابستحق رحم ہوں۔ باقی عند التلاقی۔

دعا جو احسان احمد عفی عنہ



۲۵ جولائی [۱۹۶۱ء]

کراچی

دنوازا! السلام علیکم۔ مخلص شدہ شب کو رحیم آباد پہنچا۔ صبح  
میرے شاہ گیا، دوپہرستان رحیم میں کھانا کھایا۔ بذریعہ کوئٹہ بسپنجر  
سکھر پہنچا۔ رات کو تقریر کی بدھ کوٹنڈو آدم۔ جمعرات ٹنڈو الھیار۔  
جمعہ حیدر آباد۔ ہفتہ سے کراچی میں ہوں۔ روزہ برستا ہوں میں  
بھی اور بارش بھی ہے

دیکھتے مہر کہ کس شخص کے اب ہاتھ رہے  
پرسوں جمعرات کو بذریعہ شاہین ایکسپریس گھر جاؤں گا۔ انیس دن  
سے سٹو محبت کے نقوش گہرے ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ خدا  
تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں سلامت باکرامت رکھے۔ آمین  
بزرگوں کی خدمت میں ہدیہ سلام مسنون۔ عزیزان کو دیدہ بوسی  
تمہارا اپنا احسان

ابھی ابھی شجاع آباد سے آپ کا فرستادہ لفافہ ملا ہے۔ جواباً

عرض ہے

میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آنے سکوں  
حضرت صالح علیہ۔۔۔ کی خدمت میں محبت بھرے سلام  
راہ میں چھوڑنے کا عظیم شکوہ۔

(۸)

۱۶ صفر المنظر [۱۳۸۱ھ ہرڈاک خانہ ملتان ۲۹ جولائی ۱۹۶۱ء]  
 انیس احساں! وعلیکم السلام۔ کراچی کا سفر تبلیغی نتائج کے  
 لحاظ سے کامیاب رہا۔ گرمی اور بارش سخت تھی۔ عنایت نامے ملے  
 ان نگارشات کو شاہکار قلم کہوں تو بے جا نہ ہوگا۔ افسوس کہ کچھ  
 وقت مل بیٹھتے۔ میری دوسری نو اسی پیدا ہوئی ہے۔ آج اس کا  
 عقیدہ ہے اس لئے جلدی یہ سطور لکھ رہا ہوں۔ مجھے سب سے  
 زیادہ فکر ہے صحت انیس کی ہے۔ جلد جلد تگرے ہو جاؤ شجاع آباد  
 آؤ مل بیٹھیں اور حسرتوں سے پنپ لیں۔

بزرگوں کو سلام، اندر و خانہ دعوات عزیزان کو پیار۔

دعا گو آپ کا اپنا

احساں

بارگاہ صلحاء میں محبت بھرے سلام

(۹)

۲۳ صفر المنظر [۱۳۸۱ھ] [اگست ۱۹۶۱ء]

انیس دل! وعلیکم السلام۔ جناب نے نصف الملاقات کو بوجھ  
 بتایا۔ میں تو محبت نامہ کا بے چینی سے انتظار کرتا ہوں۔ ماہ ربیع الاول  
 کا پروگرام سارا بن چکا ہے۔ آپ اپنی صحت کے لئے کچھ بھی نہیں  
 لکھتے۔ کب "اچھے" ہوتے ہو ورنہ مجھے ہی کوئی "عمل" کرنا پڑے گا

نزول مسیح حاضر ہے۔ احوال و احکام سے جلد جلد نوازتے رہیں۔  
سید صالح کیوں چپ ہیں کہیں ناراض تو نہیں۔ عزیزی غزالی کو  
دیدہ بوسی، اندرون خانہ دعوات

(۱۰)

۴ ربیع الاول [۱۳۸۱ھ ٹبرداک خانہ صادق آباد، اگست ۱۹۶۱ء]  
پیارے پیرچی! السلام علیکم۔ نیل و نہار میں جولانیاں نظر آئیں  
یہ آپ کس موشگافی میں پھنس گئے۔ اس تصور کا "خالق" کون ہے  
یہ تفصیل طلب داستان ہے۔

مصلحت نیست کہ از پردہ پردوں افتد راز  
ور نہ در مجلس رنداں خبرے نیت کہ نیت  
حسب الحکم پانی پتی کو کتاب بھیج دی ہے لیکن ہے  
نرود میخ آہنی در سنگ

جلد جلد تگرے ہو جائیے۔ میں یہاں مسیح سجائے ہوئے ہوں  
بزرگان کو سلام۔ پیاروں کو پیار۔

دعا گو آپ کا اپنا احسان عفی عنہ

رات ہوائی جہاز میں مری کنونشن سے واپس آیا ہوں۔ بڑا ہی  
نمائندہ اجتماع تھا کوائف پھر کبھی عرض کروں گا۔

[تصور پاکستان علامہ اقبال سے منسوب کیا گیا تھا علامہ نے وہ  
چٹے نمبر پر آتے ہیں۔ پانی پتی سے مراد شیخ محمد اسماعیل پانی پتی مشہور

ادیب ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کے پیرو ہیں۔ کتاب "نزول مسیح"  
از قاری محمد طیب بھجوائی گئی تھی۔

(۱۱)

از چلتی گاڑی [ہرڈاک خانہ میرپور ماٹھیلو، ۳ اگست ۱۹۶۱ء]  
انیس من! وعلیکم السلام۔

جس آفتاب نے ایک ذرہ ناچیز کو چمک بخشی تھی وہ بظاہر نظروں  
سے اوجھل ہو گیا ہے۔ میری دنیا نے محبت درہم برہم ہو گئی ہے۔  
میرے شاہ جی صرف میرے شاہ جی نہ نہ سب کے شاہ جی صلحار  
وعلما کے شاہ جی گنہگاروں اور خطا کاروں کے شاہ جی واصل  
بحق ہو گئے ہیں۔ انیس میری دنیا تاریک ہو گئی ہے۔ دعا فرمائیں  
میں بھی انہیں کے بتائے ہوئے سکھائے ہوئے راستے پر مروں۔ آمین!  
آپ لکھتے ہیں مفصل لکھوں بلا مبالغہ ہزاروں خط "لا جواب"  
رہ جاتے ہیں یہ احسان کا احسان ملنے کہ دو سطر میں آپ کو لکھ دیتا  
ہوں۔ میں غازی گفتار تو تھا قلم کا دھنی کبھی بھی نہیں۔ میں سخت  
درد ہے کچھ نہیں لکھ سکتا۔ سید صالح کو محبت بھرے سلام بچوں کو  
پیار اندرون خانہ دعوات۔ مولانا قادر بخش صاحب کا تعزیت  
نامہ مل گیا شکر یہ عرض کر دیں۔ عزیزم محمد نسیم سلمہ، میرا ذوق  
سفر سلام عرض کر رہا ہے۔ حوائی لفافہ کا شکر یہ، یہ "عمل"  
آئندہ بھی جاری رہے بہر حال میری بے کسی کی شرم تو آپ ہی

نے رکھنی ہے۔

غم نصیب احسان احمد عفی عنہ  
[پاکستان کے اکثر ادیب و شاعر جو ابی لفظ بھی پتی جاتے ہیں  
رید تو کیا دیں گے]

(۱۲)

۱۸ اکتوبر [۱۹۶۱ء]

مرکز ہرود وفا کو ہدیہ سلام مسنون

خطوط ملے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال  
کے بعد مسلسل پروگرام نے رہی سہی کسر نکال دی۔ خط اس لئے  
بھی نہیں لکھنا چاہتا کہ

پریشاں سنیں گے پریشان ہوں گے

منظر تھا کہ شفا یابی کی نوید سنوں گا خدا کرے آپ جلد شفا یاب ہو سکے  
نظر نوازی فرمائیں۔ یہ سید صالح محمد شاہ صاحب کو کیا ہوا۔ ایسے چپ  
سادھ لی ہے جیسے میں نے کوئی جرم محبت کیا ہو آپ انہیں متوجہ فرمائیں  
میں جمعہ ہفتہ آئندہ خانی پور ہوں گا بجلہ بزرگان و عزیزان ہدیہ سلام اندرون  
خانہ ہدیہ دعوات۔

دعا گو و دعا جو احسان احمد عفی عنہ

یکم دسمبر [۱۹۶۱ء]

انیس خاطر احسان سلامت باشد، وعلیکم السلام  
 عنایت نامے ملے الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آپ چلنے لگے۔ امید بندھی  
 کہ شاید خانہ احسان بھی نوازا جائے۔ جب بہت پریشان ہوتا ہوں تو  
 پیاروں کو خط لکھنا چھوڑ دیتا ہوں۔ میری اہلیہ کے لئے اپریشن تجویز ہوا ہے  
 تا حال فیصلہ نہیں کر پائے۔ جب تک کوئی ماہر عورت میسر نہ آئے میری  
 بیوی مرنے پر راضی ہے غیر محرم سے اسے تشخیص بھی گوارا نہیں۔  
 میں نے شاہی جامع مسجد کے ملحق دو مکان مسجد کے لئے خریدے  
 ہیں اور ایک گلی۔ تعمیر و توسیع کا کام جاری ہے۔ ہم قبروں میں ہونگے  
 یہاں سجدے ہوتے ہوں گے۔ شاید کریم قبول فرما کے اگلی منزل میں آسان  
 کر دے۔ میری دلی تمنا ہے اس مقدس کام میں حسب استطاعت آپ  
 بھی حصہ لیں۔ امید ہے حضرت صالح میلے ٹھیلے سے فارغ ہو چکے ہونگے  
 اس سلسلہ میں بہت کچھ کہنے اور لکھنے کو جی چاہتا ہے لیکن کہیں بار خاطر نہ ہو  
 آج کل دو شعر متاثر کئے ہوئے ہیں آپ بھی سنئے۔  
 جو دیکھئے تو بہت سلسلے بہت رشتے  
 جو سوچئے تو جہاں میں ہر آدمی تنہا

نہ دوستی نہ طلب نہ دلبری نہ خلوص



کسی کا کوئی نہیں آج سب اکیلے ہیں  
 طلب سوانح کے سلسلہ میں عرض ہے  
 ہنسنے پہ نہ مجبور کرو لوگ ہنسیں گے  
 حالات کی تفسیر تو چہرے پہ لکھی ہے  
 والسلام، اجاب کو سلام، عزیزان کو دیدہ بوسی  
 دعا جو احسان احمد عفی عنہ

(۱۴)

۲۶ دسمبر [۱۹۶۱ء]

محبت نوازا۔ وعلیکم السلام

دلفریب کارڈ ملا۔ پشتیاز میں لکھ چکا ہوں کہ میری اہلیہ کا ۱۵ اوردسمبر  
 کو نشتر ہسپتال ملتان میں اپریشن ہوا پھر مسلسل دو اپریشن اور ہوئے  
 مریضہ ۹ گھنٹے حالت مردنی میں رہی اب بفضلہ تعالیٰ رو بہ صحت ہے،  
 میں ہر روز صبح ملتان جاتا ہوں شام کو واپس بچوں میں لوٹتا ہوں،  
 بیچ جھوٹ بہلاتا ہوں پھر صبح وہی دور۔ تھک گیا ہوں رب العزت  
 مریضہ کو شفا تے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ اپنی صحت کی نوید بخشے یہ  
 لکھئے کہ آپ کب آ رہے ہیں۔ حضرت صالح کیوں خفا ہیں؟ مفصل  
 آگاہی بخشیں۔ بچلہ بزرگان و عزیزان ہدیہ سلام مسنون، عزیزان کو  
 دیدہ بوسی اندرون خانہ ہدیہ دعوات و درخواست دعا۔

دعا گو و دعا جو احسان احمد عفی عنہ

پیارے شاہ جی! سلامت باشد  
 وعلیکم السلام۔ دلاویز خطوط پڑھتا رہا اور مسرور ہوتا رہا جو اب  
 نہ لکھنے کے لئے کئی عذرات میں مگر ڈرتا ہوں کہ  
 پریشان سنیں گے پریشان ہونگے

میرے دعاؤں کے کوٹ جاتے رہے اب تو زندگی بے لطف  
 ہو گئی ہے صاحب بصیرت بھی گئے اور صاحب قلم بھی صاحب  
 تدبیر بھی گئے کس کس کو یاد کروں میری تو اقلیم محبت اجڑ  
 گئی ہے انا ینلہ وانا الیہ راجعون، مولانا قادر بخش  
 صاحب کے تعزیت نامہ سے پتہ چلا کہ حضرت صالح مستکف  
 ہیں رب العزت ان کے درجات بلند فرمائے اور ہم عاجزون  
 کا شرف و نشر بھی صلحاء کے ساتھ فرمائے آمین ثم آمین  
 اپنی صحت کے لئے آپ نے کچھ نہیں لکھا۔

میں تو صرف خطوط پڑھ لیتا ہوں لکھتا بہت کم ہوں  
 میری اہلیہ روضہ صحت ہے جملہ نذرگان و عزیزان کی خدمت  
 میں جریہ سلام مسنون، عزیز محمد حسین محبت بھرے سلام  
 سلام عرض کر رہا ہے

شہداء آباد

دعا گو احسان احمد عقی عنہ

۱۹۶۲ء

مکہ غالباً مولانا احمد علی لاہوری کی رحلت تک لکھا گیا ہے (امیں)



محبت پناہ! وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ  
 رمضان المبارک کے بعد مسلسل پروگرام ہے تمام  
 پاکستان کے مدارس عربیہ کے سالانہ اجلاس شوال و ذیقعدہ  
 میں ہونے میں اور مجھے بہ حیثیت خادم تقریباً ہر جلسہ میں  
 شریک ہونا ہوتا ہے، وہاں انتخاب گزار جاتے تو ادھر انشاء  
 اللہ حاضر ہونگا، خدا کرے کہ مجھے رخصت صاحب کے جناب  
 کے طفیل محبت ہو جائے تا حال اپنے آپ کو مائل نہیں پاتا  
 میرے ایک مرحوم دوست کی رہائی بہت پہلے کی گئی ہوئی ہے  
 شاید پسند آجائے

ہے پاکستان کی بنیاد اسلام اور اسلامی بنے گا اس کا ستون  
 جو چاہیں وہ کہیں منظور قادر دی ہو گا جو ہے قادر کو منظور  
 بارگاہ صلحاء میں ہدیہ سلام اور دعائے .....  
 مولانا قادر بخش صاحب کی خدمت میں سلام مسنونہ، مجلیہ بزرگان  
 و عزیزان ہدیہ سلام (خلاصہ) عزیزان کو دیدہ بوسہ میرے  
 رفیق سفر عزیز محمد حسین سلمہ محبت بھرے سلام عرض کر رہا ہے وہ  
 جناب کے خطوط کا اہم بنا رہا ہے

مہر ڈاکخانہ دار اپریل ۱۹۶۲ء

دعا گو احسان احمد عفی عنہ

(۱۷)

اٹھاراں محرم دی تے [پہر ٹکاک خانہ شجاع آباد ۲۲ جون ۱۹۶۲ء]  
 دینہ جمعے دا

چر جگ جویں ماہی لکھ لکھ نیاز تے لکھ لکھ سلاماں

کاغذ قلم اتے مس وکی ہم ڈیونٹر جواب دا دیں دی ہم

تہڈے عشق دی کنس دیں دی ہم عاشق سڈانی ڈرا جب دا ہی

[آزاد ترجمہ:۔ اٹھارہ محرم بروز جمعہ۔ بڑی مدت تک جو دوست،

لاکھوں نیاز اور لاکھوں سلام۔ کاغذ قلم اور سیاہی بھی ہے، جواب

دینا چاہیے یہ بھی معلوم ہے، تمہارے عشق کی سن گن بھی پاچکا ہوں

عاشق کہلواتے ہوتو ذرا صبر و ضبط سے بھی کام لو]

(۱۸)

کوئٹہ  
 ۲۹ اگست [۱۹۶۲ء]

یوں دل کے تڑپنے کا بے کچھ تو سبب آخر

یاد دہنے کر دسٹی یا تم نے ادھر دیکھا

دعا گو

مسافر

(۱۹)

حیدرآباد  
 ۱۴ ستمبر [۱۹۶۲ء]

دلنوازا! وعلیکم السلام، بیس دن سے تم معذہ اور رحمت

گردہ کے درد میں مبتلا ہوں۔ سفر اور بد پرہیزی جاری ہیں۔ کل  
کراچی جا رہا ہوں، فرمائیے آپ اپنا قرض کب ادا کر رہے ہیں۔  
لوہے اور سیمنٹ والوں کا تقاضہ آیا ہے؟

وہ جناب کی بنگری کیا ہوئی

میں بھی تو سٹار سٹار دیکھوں

ایک شعر گنگنارہا ہوں آپ بھی سماعت فرمائیں۔

نگاہیں پھولوں پر شبنم تو دیکھ لیتی ہیں

فضائیں روتی ہیں شب بھر کسی کو کیا معلوم

دوسرا شعر

شکوے فنی کھلنے کی موسیقیاں ہمیں معلوم

مگر وہ بات کہاں جو تمہاری بات میں ہے

اجاب کو سلام عزیزان کو دیدہ بوسی

مردم چاہتے تھے شاہی مسجد کی تعمیر و توسیع کے لئے مالی اعانت کی

سعادت میں بھی حاصل کروں افسوس یہی نہ ہوا

(۲۰)

برادر محترم۔ وعلیکم السلام

میرے نام ایک ہدایت نامہ حضرت صالح کی طرف سے  
آیا تھا۔ اس کا جواب لکھا۔ جناب السحاب سے محروم رکھا گیا۔  
نمائش کی تصاویر اخبارات میں دیکھنا رہا اور حیرت کرتا رہا۔

حضور کی پھرنا سازی طبع سے تشویش ہوئی۔ ویسے آپ ہی حضرات کے لئے کہا گیا ہے۔

غنجہ چٹھے تو کہیں سر میں دھمک ہوتی ہے

یہاں مجسما امراض ہونے کے باوجود شب و روز کا سفر اور پروگرام جاری ہیں۔ وہ جناب کا موعودہ دسمبر گزر رہا ہے اطلاعاً عرض ہے نیز اطلاع بخشیں۔ ماہِ صیام کا قیام تو یلدہ ہی ہو گا پھر تین سلام عرض کر رہا ہے۔ تہذیبوں کی خدمت میں مدیہ سلام عزرائل کو دیدہ بوسی۔ احباب کو سلام مسنون۔ اگر قبول فرمائیں تو حضرت سید صالح محمد شاہ صاحب جیلانی کی خدمت میں نعت پھرے سلام [۲۰ دسمبر - ۱۹۶۲ء]

(۲۱)

بہاولپور [۱۹۶۳ء]

۹ جنوری

انیس حنین سلمہ اللہ تعالیٰ۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
راحت نامہ ملا۔ یقیناً رمضان المبارک ۲۸ جنوری کو ہے  
میرا چاند کب نظر آئے گا۔ قبل از رمضان یا میں روزے سے چاند  
دیکھوں گا۔ آئیے اور بلا شرط آئیے میری مصر دہشتی آکے دیکھے شاید  
کچھ نہ لکھنے میں حق بجانب سمجھا جاؤں۔ دیکھو میاں خادیم کی پابندیاں  
اور ہوتی ہیں اور خادموں کے شب و روز اور ہوتے ہیں میرے



گھر میں کئی معصوم بچے ہیں ہم یہ سمجھیں گے کہ ایک معصوم اور سہی۔ آپ نے ہمیں "مخدوم الملک" زمرے میں کیوں شمار کر لیا میری تو اب یہ دعا ہے کہ

اُن پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے  
عزیزان کو دیدہ بوسی۔ بارگاہِ صالح میں ہدیہ نیاز۔ احباب کو سلام  
مسنون۔ اندرون خانہ دعوات بے غایات۔

چشم بہاہ احسان احمد عفی عنہ  
انگلے ہفتہ کراچی جا رہا ہوں۔ وہاں کا ایڈریس 17 پوسٹ ٹکس کراچی  
ہے۔ آج رات یہاں تقریر کروں گا۔

[مخدوم الملک سید غلام میراں شاہ جیلانی جمال الدین عالی) پابند  
صوم و صلوات بزرگ ہیں۔ رمضان بھر روزے سے رہتے ہیں اس لئے  
آنے جانے والوں سے بھی یہی توقع رکھتے ہیں کہ روزہ دار ہوگا چونکہ  
میں روزہ سے نہیں تھا دن بھر کھوکار رہنا پڑا۔ میرا اشارہ اسی واقعہ  
کی طرف تھا مبادا شجاع آباد میں بھی ایسی ہی صورت حالات سے  
دوچار ہونا پڑے۔ حفظ ماتقدم کے طور پر لکھ دیا تھا کہ نہ تو میں نماز  
کا پابند رہ سکوں گا نہ روزے کا۔ مخدوم الملک مشہور سیاسی لیڈر  
سید حسن محمود کے والد ہیں ]

(۴۲)

دلنوازا۔ وعلیکم السلام۔ ابھی ابھی لاہور سے واپس آیا ہوں۔

کارڈ ملا۔ انتہائی تشویش ہوئی۔ کریم و رحیم آپ پر کرم فرمائے اور  
 میری عزیزہ محترمہ پر بھی۔ بوالہسی صحت کے کوائف سے آگاہی بخشیں۔  
 اگر تکلیف زیادہ ہو تو سفر نہ کریں۔ میں راضی میرا خدا راضی۔ زندگی رہی  
 تو پھر سہی اور اگر صحت اجازت دے تو چشم مارو شن دل ماشاد۔  
 اندرون خانہ دعوات بے غایات و دعا۔ حضرت صالح دام نیوہم  
 کا ایک خطاب نامہ آیا تھا جسے "مجموعہ اصدا" کہوں تو بے جا نہ ہوگا  
 کبھی فرصت میں جواب لکھوں گا۔ بہر حال ان کی خدمت میں مولانا  
 قادر بخش صاحب و دیگر احباب کی خدمت میں ہدیہ سلام مسنون۔  
 عزیزہ کو دیدہ بوسی۔

[بہرڈاک خانہ ۲۵ جنوری ۱۹۶۳ء] دعا گو احسان احمد غنی عنہ  
 [بیوی کو بلغم میں خون آنے لگا تھا اس لئے میں نے شجاع آباد کے ارادے  
 ملتوی کر دیئے]

(۲۳)

۸ رمضان المبارک [بہرڈاک خانہ شجاع آباد ۳ فروری ۱۹۶۳ء]  
 برادر عزیز زید محمدیم، السلام علیکم، کسی شاعر نے انتہائے غلو  
 سے کہا تھا

آرائش جمال میں وہ ہیں ابھی مگن  
 اور میں نے آسماں کے تارے بھی گونٹے  
 لیکن یہاں بھی تقریباً کیفیت وہی ہے۔ خدا کرے محترمہ مکرمہ عزیزہ ام

صاحبہ عام عفتہ کو خیر مو۔ کم از کم نتیجہ ڈاکٹری ہی سے مطلع فرمایا ہوتا۔  
یہاں شب و روز خصوصی طور پر سحری اور افطاری کے وقت دعائیں  
ہوتی ہیں۔ مجھے صرف نوید مسترت کی طلب ہے۔ آپ معہ اعزاء و  
احباب عافیت ہوں آمین، بخدمت حضرت صالح مدظلہ العالی، ہدیہ  
سلام مستنون۔ عزیزان کو پیار۔

اللہ صالح بھائی بحیثیت چیرمین یونین کونسل سنجھ پورہ ہر سال نمائش  
کا اہتمام کرتے ہیں یہ اسی رعایت سے ہے

(۲۴)

انیں قلب حزین۔ وعلیکم السلام دررحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ واقعی مجرم  
محبت ہوں اور بلا شرط معذرت خواہ۔ مجھے یقین ہے کہ یقیناً عفو  
درگذر سے نوازا جاؤں گا۔ میں سید تو ہوں نہیں کہ میری خطا بھی  
عطا سمجھی جائے اور نہ ہی مخدوم ہوں کہ قتل کرنے کا مزد دست  
بھی وصول کروں۔ ایک ادنیٰ دعا گو ہوں اور انشاء اللہ تبارک و تعالیٰ  
یہ وظیفہ ادا کرنے کا عزم رکھتا ہوں۔ میرا نواسہ شمس الدین بقضائے  
الہی فوت ہو گیا تھا یہ میری بڑی بیٹی کا پانچواں بیٹا تھا جو مسلسل  
فوت ہوئے ہیں۔ میرے دوست حاجی محمد شفیع صاحب ابن۔ اے  
نثار سکھر کی دکان جل گئی ڈیڑھ لاکھ روپے کا سامان لاکھ ہو گیا ہے  
علامہ طاہر اللہ جو میرے قابل صد فخر عزیز تھے ایک سیکنڈ میں بقضائے  
الہی اللہ کو پیارے ہو گئے۔ میری کچھ جماعتی ذمہ داریاں بڑھادی گئی

ہیں۔ محتاج دعاہوں، آپ گھر سے میری عزیزہ مکرّمہ کی صحت سے اطلاع بخشیں۔ میری دوسری بیٹی طاہرہ بتول لاہور بغرض علاج اپنے خاوند کے ہمراہ گئی ہوئی ہے۔ اس کے لئے بھی دعا فرمائیں۔ بگرنانی خدمت حضرت صالح مدظلہ اور اجاب کرام نام بنام ہدیہ سلام مسنون۔

[ہرڈاک خانہ شجاع آباد ۳۱ مارچ ۱۹۶۳ء]

(۲۸)

صدر مجلس مرکزیہ  
تحفظ ختم نبوت  
پاکستان

قاضی احسان احمد امام شاہی جامع مسجد  
شجاع آباد، پاکستان

لاہور ۸ اپریل [۱۹۶۳ء]

احسان نواز۔ وعلیکم السلام درحمد اللہ وبرکاتہ  
میں مسلسل سفر میں ہوں۔ رات سکر ایک بجے تک تقریر کی اور  
اب یہاں پہنچا ہوں۔ کل قصود جا رہا ہوں۔ آپ نے میری وٹا بل  
صدا احترام عزیزہ کی صحت کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ انتظار ہے،  
حضرت صالح کے کوائف سے بھی مطلع فرمائیں۔ انہیں متاعرض  
کردیں۔

تھوڑا سا فرق ہے دوست  
یاد کرنے میں یاد آنے میں

بجملہ اجباب نام بنام ہدیہ سلام مسنون۔ عزیزان کو بیار  
دعا گو احسان احمد عفی عنہ

ایک نعت کا شعر گنگنار ہا ہوں سینے۔  
بصورتے کہ توئی کتر آفریدہ خدا  
تو کشیدہ دوست از قلم کشیدہ خدا

(۲۶)

ادی الحجہ [ہرڈاک خانہ شجاع آباد ۱۴ مئی ۱۹۶۳ء]

موجیم کہ آسودگی ما عید ماست

ما زندہ بر آئیم کہ آرام نداریم

کسی کا مطبوعہ عید کا رد ملا تھا ہدیہ تشکر پیش فرمائیں۔

میں جناب کو وعدہ یاد دلا سکتا ہوں؟

اندر لٹن خانہ دعوات، عزیزان کو دیدہ بوسی اجباب کو سلام

مسنون، عزیز محمد حسین سلام عرض کر رہا ہے۔

محتاج دعا احسان احمد عفی عنہ

[کسی سے مراد صالح بھائی ہیں۔ "وعدہ وہی مالہ اعانتہ"

(۲۷)

کیا حسرت وصال ہو کیا شکوہ فراق  
تنہی دل کے پاس ہوا نکھوں کے چنود

مٹا دے ناٹا دے  
بس آپ ہمیشہ یاد رہے

پہلے دکھ میں کرب تھا اب کرب بیجا ہے مزا  
ابتدا کچھ اور تھی اور انتہا کچھ اور ہے

دفا کے سنگین مرحلوں میں کبھی جو ٹھکتے ہیں ہارتے ہیں  
تو رازداری کے خاص لہجے میں نام تیرا پکارتے ہیں  
والسلام آپ کا بھولا ہوا

محمد حسین مجت بھرے سلام عرض کر رہا ہے۔ عزیزان کو دیدہ بوسی  
[مرداک خانہ شجاع آباد ۲ جولائی ۱۹۶۳ء]

۲۸

از مدرسہ تجوید القرآن بازار قلات

مؤرخہ ۱۲ جولائی ۱۹۶۳ء

نمبر  
دل نوازا۔ السلام علیکم۔

پچھلا جمعہ پڑھا کے شجاع آباد سے چلا، ان پہاڑوں میں بلایا  
گیا ہوں۔ اہم دینی اجتماعات ہو رہے ہیں۔ مسلسل تقریر رہا ہوں  
چار شنبہ، ۱ جولائی کو بذریعہ خیر میل روانہ ہوں گا اور جمعرات صبح



صادق آباد سے نسیم صبح کے ذریعہ سلام عرض کرتا ہوا دیارِ انیس  
سے گزروں گا۔ قلات ٹراہی پیارا علاقہ ہے۔ کاش آپ ہمراہ ہوتے  
یسین میاں ہدیہ نیا زینیش کر رہا ہے۔ حضرت مخدوم سید صالح شاہ  
صاحب مدظلہ اگر قبول فرمائیں تو سلام اخلاص عرض کریں۔ بحملہ  
یادد اران سلام مستنون، عزیزان کو دیدہ بوسی۔

دعا گو احسان احمد عفی عنہ

سینے کے داغ داغ سے آتی ہے بوتری  
اپنی بہار میرے گلستاں میں آ کے دیکھ

جہاں بڑھ کر بچم گرمی نے راستہ روکا  
وہیں پایا تیرے نقش قدم کو درمیاں میں

وہ بھی گناہ کر جو ابھی تک نہیں کیا  
پھر اسہتمام رحمت پروردگار دیکھ

محبت کے الم دنیا کے غم عقبی کی تشویشیں  
بجو م صد بلا ہے اور جان ناتواں میری

[۲۲۔ اکتوبر ۱۹۶۳ء]

(۳۰)

محترم المقام مخدوم صاحب دام عنایا تکم۔ وعلکم السلام ورحمة اللہ  
مجھے سرکاری اجیر سمجھ لینے کے بعد اور مشائخ کانفرنس کی شرکت  
کی طلب میں بقرار محسوس کر لینے کے بعد انب ہی سے کہ جناب  
اپنا قیمتی وقت اور پیسے ضائع نہ فرمائیں۔ جب ایک بے ضمیر یا  
ضمیر فروش کی حقیقت واضح ہو جائے تو پھر کمیوں نہ ہمیشہ کے  
لئے ایسے پر غم بھر کے لئے تین حرف نہ بھیج دیئے جائیں۔ والسلام

احسان احمد عفی عنہ [بہرڈاک خانہ ۱۳ دسمبر ۱۹۶۳ء]

[سابق صدر ایوب نے ایک "مشائخ کانفرنس" بلائی تھی اس پر  
تبصرہ قاضی صاحب نے کچھ اس انداز میں کیا جس سے شرکت کی آرزو  
کا اظہار ہوتا تھا]

(۳۱)

ایک ناکرد گناہ کو مجرم گردانے والے محبوب کے ملاحظہ کے لئے  
بعد از ملاحظہ واپس بھیجیں۔

[بہرڈاک خانہ ۱۷ دسمبر ۱۹۶۳ء ضلع رحیم یار قبا میں داخلہ پر پابندی  
کے کاغذات اور سفت روزہ شہاب لاہور کا تراشہ جس میں قاضی  
صاحب پر لگائی گئی پابندیوں پر ادارہ لکھا گیا تھا یا کوئی اور بات  
تھی]

(۳۲)

از چلتی گاڑی

حسن کی یہ نوازشیں عشق کے دل پہ نقش ہیں  
بھول کے یاد کر لیا یاد کیا بھلا دیا

[آمد ۱۴ جنوری ۱۹۶۲ء] ایک بھولا ہوا.....

(۳۳)

۱۱ رمضان المبارک [۱۳۸۴ھ ہر ڈاک خانہ ۲، جنوری ۱۹۶۲ء]

راحت خاطر حزمین۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آج چند لمحے فرصت کے ہیں اس لئے دو باتیں کرنے کو جی چاہتا  
ہے۔ آپ نے اپنے اخلاق کریمانہ سے مجھے نوازا جس کے لئے تازلیت  
ممنون ہوں۔ میں حتیٰ الوسع کوشش کرتا ہوں کہ میرا عریضہ ہنگامی  
آلودگیوں سے آلودہ نہ ہو، بقول مولانا آزاد مرحوم ”اس طرح چھلنی  
سے چھان لیا جائے کہ کسی قسم کی آمیزش نہ رہے“ میری ایک  
تقریر راولپنڈی میں ہوئی اور اسے اخبارات نے اپنے اپنے حرام  
کے مطابق شائع کیا، ایسے واروں کا ہم ہمیشہ شکار رہے ہیں۔ اس  
اقتدار کی دوڑ اور اکھاڑ پھاڑ کے زمانہ میں کہاں کہاں صفائی دیں جبکہ  
اولیاء سے لیکر انبیاء تک زیر تنقید ہیں۔

تا بھایاں چہ رسد

جناب نے بغیر تحقیق کے مجھے طرز میں نہیں مجرم گردانتے ہوئے سزائیں بھی تجویز

فرمادیں۔

جن کا تکیہ تھا وہی پتے ہوادینے لگے

شہلی کے پھول والا معاملہ ہوا۔ خطوط اور بھی آئے مگر سب سے زیادہ اذیت جناب کے عتاب نامہ سے ہوئی۔ میں واقعہ عرض کر دوں، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی سے میرے اچھے مراسم تھے تحریک تحفظ ختم نبوت میں انہوں نے نہ صرف اچھے کردار کا مظاہرہ نہیں کیا بلکہ ایک ادنیٰ کارکن سے بھی ایسی روش کی توقع نہیں کی جاسکتی تھی۔ خیر مضیٰ ماضیٰ۔ بحمد اللہ تعالیٰ انہیں ایک عمدہ اشارہ پر دانا تسلیم کرتا ہوں نہ ہی اسیر عقیدت ہوں اور نہ ہی مجرم عداوت، میرے لئے کبھی بھی وہ ”دوائے دل“ یعنی دلے نہیں تھے۔ اس جنگ اقتدار میں کسی کا حلیف یا حریف بننا ایمان کی تباہی یقین کرتا ہوں۔ الحمد للہ قادر کریم نے اتنی بصیرت بخشی ہے۔

آپ پیارے تھے، پیارے ہیں، پیارے رہیں گے۔ آپ دیکھیں اور سمجھنے کی کوشش کریں اور بس یہ تبصرہ و جائزہ کا دھندا ان لوگوں کے لئے چھوڑیے۔ عمر گندی اسی دشت کی سیاحی میں میں تو حاضر خدمت ہو نہیں سکتا کیونکہ ”پابندی“ ہے۔ اب آپ ہی کوئی راہ نکالیں۔ رمضان المبارک آیا تو پچھلے سال کے سارے مواقع سامنے آگئے مگر ایسے نصیب کہاں۔ عزیزم محمد نسین و محمد افضل محبت بھرے سلام عرض کرتے ہیں۔ نازک مزاج شاہان تک میرا نیاز مندانہ سلام عرض کر دیں۔ عزیزان کو پیار و السلام۔ دعا گو احسان احمد عفی عنہ [اخباری اطلاع یہ تھی کہ قاضی صاحب نے مولانا مودودی کو حلیہ عام میں برا بھلا کہا میں نے طنز یہ لہجہ اختیار کیا اور لکھا اگر آپ لوگ اسی طرح سمجھتے رہے تو عوام کا خدا حافظ ہم نے تو یہ دیکھا تھا کہ تحریک ختم نبوت کے

سلسلے میں مولانا مودودی کے لئے بھی وار و رسن کی آزمائش  
تجویز کر دی گئی تھی اور وہ اپنے موقف پر ثابت قدم رہے۔ علماء  
کی سیاسیات سے علیحدگی کا ہی یہ نتیجہ رہا کہ بدترین ایوبی آمریت  
دس برس تک ہم پر مسلط رہی [

(۳۲)

۱. اشوال المکرم [ہرڈاک خانہ ۲۲، فروری ۱۹۶۲ء] [۶۱۹۶۲]  
راحت قلب و نظر سلامت باشید و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
۲۸ رمضان المبارک کو اختلاج قلب کا شدید دورہ پڑا سارے  
گھر والے روپیٹ بیٹھے۔ معالج کہتے ہیں نبضیں جواب دے گئی تھیں  
بہر حال اب بعافیت ہوں اور دست بدعا۔ مجھے آپس کی طرف سے  
راحت و مسرت کے جھونکے آتے ہیں اور میرا حال یہ ہے کہ سہ  
خیال یا رکبھی ذکر یا کرتے رہے  
اسی متاع پر ہم روزگار کرتے رہے  
حضرت صالح دام الطمانم کا عنایت تہنیت خیر بھی ملا تھا میری  
طرف سے دعائیں، شکر نے سلام عرض کر دیں۔ عزیزی کو دیدہ  
بوسی۔ بخدمت رانہ صاحب ہدیہ سلام مسنون۔ محمد شہین ہدیہ سلام  
عرض کر رہا ہے والسلام۔

دعا گو احسان احمد عفی عنہ

(۳۵)

راحت خاطر خیر سلامت باشید و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
پند نامہ انیس ملا پڑھا جناب غالب نے فرمایا ہے ۵

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بے میں دوست نامح  
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی نعلکار ہوتا  
بہر حال یہ شکوہ غالب کو ہو گا مجھے نہیں۔ میں انشاء اللہ عمل کی  
کوشش کروں گا۔

حضرت صالح سلمہ بہت ہی نازک مزاج ہیں ورنہ لکھتا کہ کیا ۹ سو  
کا کوریس پورا ہو گیا؟ دعا گو ہوں کہ رب العزت اپنے خاص فضل و  
کرم سے انہیں فیوضات حرمین الشریفین سے کما حقہ فیضیاب  
فرمائے۔ آمین۔ اگر آپ کے پاس عبدالماجد دریابادی کا سفرنامہ مجاز  
ہو تو وہ انہیں ضرور دیں۔ میں نے تمام سفرناموں میں اُسے بہتر پایا۔  
اس سلسلہ میں پینتالیس سفرنامے دیکھے ہیں۔ وہ خود مجھ سے خفا ہیں  
میری زبان درازی کی وجہ سے، آپ معافی دلادیں ممنون ہوں گا۔  
عید کا رڈ انہوں نے بھیجا مجھے تکلیف ہوئی کہ یہ روشیں اختیار ہے راہ  
اختیار نہیں۔ چپ ہو رہا۔ خیر چھوڑیے ان واعظانہ مہمیلوں کو صحت  
کے متعلق مفصل لکھیں۔ اب پھر مسلسل سفر شروع ہو گیا ہے۔ تمام  
برلہس عربیہ کے سالانہ اجلاس فروری، مارچ اپریل میں ہوتے ہیں  
دعاؤں کا محتاج ہوں۔ والسلام احسان احمد عفی عنہ

[۲۸ فروری ۱۹۶۴ء]

(۳۶)

۱۹ ویں قاعدہ [بہرڈاک خانہ ۳، اپریل ۱۹۶۴ء]

ولتوازا۔ السلام علیکم

میں مسلسل سفر میں رہا۔ اور یہ بڑا تھکا دینے والا ثابت ہوا۔ آج



کیاٹ سے واپس آیا ہوں۔ ڈاک میں عنایت نامہ ملا۔ دست بدعا ہوں کہ قادر کریم میری اس مسرت کو سلامت رکھے۔ اپنی صحت کے متعلق آپ نے بہت دنوں سے کچھ نہیں لکھا یقیناً آپ بعافیت ہو گئے فرمائیے حضرت صالح مدنیو صہم مجاز مقدس تشریف لے گئے، دعاء کرتے ملتقی ہوں۔ عزیز محمد حسین بدیہ سلام عرض کر رہا ہے۔ دیکھیں کب پیاسی آنکھیں پیاس بچھائیں۔

عزیزان کو دیدہ لوسی احباب کو نام بنام بدیہ سلام مسنون میری صحت دن بدن گزر رہی ہے۔ دعاؤں کا محتاج ہوں۔ والسلام  
دعا گو احسان احمد عفی عنہ

(۳۷)

مم نے دکھا ہے ہر رنگ ہر سمت تجھے  
ایک پل آنکھ سے ارجھل ترا پیکر نہ ہوا

ایک لمحہ بھی نہیں ایسا محبت کی قسم  
جب ترا سایہ مرے قد کے برابر نہ ہوا

دلیلہ گر بھی مرے چاند رہا تو دل میں  
کون سی رات یہ دل تجھ سے منور نہ ہوا

مہ نے یادوں کے حسیں تھرکتے ہیں تعمیر  
کیا ہوا اگر ترا کو چہ نہ ہوا، وہ نہ ہوا

[بہر ڈاک خانہ شجاع آباد ۱۳ مئی ۱۹۶۴ء]

(۳۸)

المحرم المحرم ۱۳۸۴ھ [بہر ڈاک خانہ ۲۴ مئی ۱۹۶۴ء]

برادر عزیز۔ السلام علیکم

کراچی سے تھکا ہارا گھر پہنچا۔ ڈاک دیکھی۔ آپ کے خط نے نہ صرف میرے دل و دماغ کو ماؤف کر دیا میری تمناؤں کی دنیا بھی دہم برہم ہو گئی۔ انا شروع وانا الیہ راجعون، حلقیہ عرض کرتا ہوں اب آنکھوں کے سامنے صرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ دل کہتا ہے آپ کی اطلاع غلط ہو، مگر دماغ کہتا ہے انیس اتنا غیر ذمہ دار و غیر محتاط نہیں، ضرور اس میں صداقت ہے آپ بواپسی اتنی اطلاع دیں کہ سردار پیر عالم خاں صاحب حج سے واپسی آگئے ہیں یا نہ، پھر فوراً میں آپ کے پاس پہنچ جاؤں گا جو قدم بھی اٹھانا ہو گا مل کے اٹھائیں گے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکتا۔

والسلام منموم ومضطرب احسان احمد عفی عنہ

[”مدد میرے شاہ“ تحصیل صادق آباد میں ایک مشہور مذہبی درسگاہ ہے۔ میرے بھانجے چھٹیوں میں گھر آئے تو اساتذہ کی اخلاقی لپستی کے بڑے گھناؤنے واقعات سنائے۔ قاضی صاحب سے رجوع کئے بغیر کوئی چارہ کار نہ تھا۔ مرحوم نے میری اطلاعات کو بعد میں غیر مستند قرار دیا اور میں نے احتراماً سکوت اختیار کیا۔

(۳۹)

لاہور ۲ صفر المنظر ۱۳۸۲ھ [آمد ۱۹ جون ۱۹۶۲ء]  
 محسن من، وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عنایت نامہ طہ۔  
 حضرت صالح زید محمدیم کی بعافیت واپسی سے مسرت ہوئی۔  
 رب العزت نے انہیں حرمین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمایا ہو۔  
 آمین۔ میری طرف سے ہدیہ مبارک باد پیش فرمائی۔ ان کے  
 معاملات میں دخل دینا معصیت سمجھا ہوں وہ پہلے ہی میری کسی  
 لسانی وارفنگی پر رکھیدہ ہیں۔

محمد نسین سلمہ بخاری میں بتلا ہے اور گھر سے  
 یقیناً آنجوائی [جو اہر لال نہروا سے اکثر ملاقاتیں ہوئی ہیں اتفاق  
 و اشتراک کی منزلوں میں بے نقاب سمیرت دیکھی لیکن اسکے یہ معنی  
 نہیں کہ اب وہ قلمبند بھی کی جائیں۔ مضمے یا مضمے۔

شاید آخر جون یا جولائی میں پروگرام بناؤں لیکن دل گرفتگی  
 کے عالم میں آنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ رحیم آباد گیا تو ضرور اطلاع  
 دوں گا۔ عزیزان کو پیار۔ اجاب کی خدمت میں خصوصاً مولانا  
 قادر بخش صاحب کی خدمت میں ہدیہ سلام سنوں۔ ان کا عنایت  
 نامہ بھی آیا تھا۔ والسلام۔

دعا گو احسان احمد علی عنہ

(۴۰)

برادر عزیز زید محمدیم۔ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،  
 محمد شرم احمد شہر باغی مکمل ہوئی۔ دست بدعا ہوں کہ

قادری کریم زچہ و بچہ کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین ثم آمین۔ اور مولودہ مسعودہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا صدیقہ و وفاطۃ الزہراء کا منظر بنے آمین۔

[میری بچی تمکنت جیلانی کی پیدائش۔ انیس]

نام کیا تجویز ہوا آگاہی بخشیں بجز اعزاز بترتیب مدارج سلام و دعا و دعوات و مبارک۔ نور چشمی ابوالکلام سلمہ کو محبت بھرے سلام۔ گرمی کی شدت بڑھ گئی جناب کو معلوم ہے کہ مجھے جیل میں زبردیا گیا تھا، اگر میوں میں اس کے اثرات عود کرتے ہیں ورنہ جلد حاضری کو جی چاہتا تھا۔ حضرت الحاج کی خدمت میں ہدیہ سلام مسنون۔ محمد نسین مبارک باد عرض کر رہا ہے اور ہدیہ سلام مسنون پیش کرتا ہے۔

والسلام دعا گو احسان احمد عفی عنہ [ہرڈاک خانہ شجاع آباد ۲۹ جن ۱۹۶۳ء]

(۳۱)

اناسٹیشن صادق آباد

۲۶ ستمبر [۱۹۶۳ء]

برادر مکرم السلام علیکم، رات برائے میرے شاہ آیا اور اب بند رہے  
خیمبر میں واپس لاہور جا رہا ہوں، والسلام۔

دعا گو احسان احمد عفی عنہ

(۳۲)

۴ شعبان المعظم [۱۳۸۴ھ ہرڈاک خانہ ۱۲ ستمبر ۱۹۶۳ء]  
راحت قلب و نظر سلامت باشد۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔  
 واقعی مجرم ہوں کہ صادق آباد سے محمد آباد حاضر نہ ہوا لیکن ہاتھ  
 میری بے بسی اگر الیا ارادتا ہوا ہے تو تعزیرات محبت میں اس کی  
 سزا کر دیں سزا سے کم نہیں لیکن ارتکاب جرم حالت اضطرار میں  
 ہو تو اس قانون کے تحت سنا ہے معاف کر دیتے ہیں۔ اور آج کل  
 تو حرام بھی حلال ہو رہا ہے (یہ اشارہ یاد نہیں پڑتا کس طرف ہے  
 یقیناً ایوبی اصلاحات میں سے کوئی چیز ہوگی۔ انیس) اخیر چھوڑیے  
 اس قصہ کو معاف فرما دیجئے اور پہلی فرصت میں حاضری کی اجازت  
 مرحمت فرمائیں۔ سخت اداس ہوں شاید اس دنیا سے سدھارنے  
 کا وقت قریب آگیا ہے۔ حضرت صالح سے بھی اجازت دلا دیں  
 وہ میری زبیاں درازی سے رنجیدہ ہیں (یہ محض قاضی صاحب کی باتیں  
 ہیں۔ انیس) ان کے در و دولت پر معافی نکلنے کو جی چاہتا ہے۔  
 عزیزان کو پیار احباب کو سلام۔

پریشان احسان عفی عنہ

(۴۲)

۲۴ رمضان المبارک (مہر ڈاک خانہ شجاع آباد ۲۸ جنوری ۱۹۷۵ء)  
 احسان نوازؒ وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ملزم ہی نہیں  
 واقعی مجرم ہوں اور مستحق سزا، یقیناً غم مصمم کے باوجود حاضری  
 سے قاصر رہا موانع ہی ایسے درپیش آئے اللہ اللہ حسب المحکم  
 خلافی مافات کروں گا اگرچہ چند لمحوں کے لئے کیوں نہ ہو۔ جی  
 تو یہ چاہتا تھا کہ صرف دو شعر لکھ بھیجوں ۵

بخش کر کا، مش غم پر سش غم تک پہنچے  
کون اب ان کے اس اندازِ گرم تک پہنچے

اب تو یہ عزم جنوں سے کہ پئے نذرِ خلوص  
گلستاں اپنی بہاریں لئے ہم تک پہنچے

کیونکہ میرے ساتھ بھی تو تقریباً لگی برسوں سے رمضان المبارک میں  
آمد کے وعدے موتے رہے ہیں جیہیری کیا بساط کہ شکوہ ساداتہ  
[میں نے شکایتاً لکھا تھا کہ آپ میرے شاہ آئے اور میں خبر نہ ہوں۔ انہیں]  
نگار تو نہیں پہنچا میرے نگار کی نگارش ضرور نظر نواز ہوئی۔ انتہائی  
ادب سے گزارش سے کہ مرنے والوں کو ہی [سے] یاد کیا جائے  
تو بہتر ہے۔ مفصل زباناً عرض کروں گا درتا ہوں کہ کوئی لفظ خاطر  
عالی پر گراں نہ گذرے ویسے تو میں حضور کے طرز نگارش کا مداح ہی  
ہیں شیدائی ہوں۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ، یہ مصرعہ رسماً  
نہیں لکھا، میری رلی تمنا ہے [مولوی عبدالحق دیدہ و شنیدہ کے  
عنوان سے میرا ایک مضمون نیا تصاحب مرحوم نے پسند کیا اور نگار میں  
شائع کر دیا، اس میں مولوی صاحب کی خستونت مزاج کے چند واقعات  
نقل ہوئے تھے، نگار سے یہ مضمون بغیر کسی حوالہ کے "چٹان" لاہور میں  
نقل ہوا، وہیں سے قاضی صاحب نے پڑھا  
حضرت صاحب کی خدمت میں ہدیہ سلام عزیزان کو سلام اجاب  
کو ہدیہ دعا۔



کوہدنیہ دعا،

دعا گو احسان احمد عفی عنہ

اگر میں ۵ سوال کو رحیم آباد آجاؤں تو آپ مجھے وہاں سے  
۶ سوال کو وصول فرمائیں گے۔ میرا سردار محمد اجمل خان صاحب کو  
ملنے کے لئے جی چاہتا ہے۔ اگر سردار میرا عالم خان صاحب سے  
ملاقات ہو تو یہ گرام ایسا بنے کہ میں سارے قرضے ادا کر سکوں آپ  
کی قیادت کی ضرورت ہے۔ مگر این خدمت حضرت مخدوم صاحب  
مطلبہ ہدیہ سلام مسنونہ و درخواست دعا۔ میرے اس عرصہ کے  
جواب میں تو ذرا مفصل عنایت نامہ سے نوازیں یہ ایک درخواست  
والسلام۔

دعا گو احسان احمد عفی عنہ

(۲۲)

۲۵ سوال المکرم [۱۳۸۲ھ ہرٹاک خانہ ۲ مارچ ۱۹۶۵ء]  
راحت رساں۔ وعلیکم السلام۔ سستی سے بحالت بخار واپس گھر پہنچا  
محمد آباد کی حاضری پر بہت سی باتیں کرنے کو جی چاہتا تھا مگر  
نہم کا رنگ دیکھ کر لب نہ مگر بلان سکے  
ڈر رہا ہوں میری کسی بات پر پھر کہیں گرفت نہ ہو جائے۔ مجھے مفصل  
کوالت سے مطلع فرمائیں۔

دہی شب و روز کا سفر ہے اور دہی آپ کا احسان بیکلہ اجاب  
ہدیہ سلام مسنونہ عترت ان کو پیار، دو شعر و روزبان ہیں  
سہارا کیوں لیا تھا ماخدا کا خدا بھی کیوں سے فریاد میری

فرشتے کیا مرتب کر سکیں گے  
بہت بے ربط سے روداد میری  
دعا گو احسان احمد غفنی عنہ

(۲۵)

دعویٰ بعدالت عالیہ سید انیس شاہ صاحب جیلانی مدنیوہم

مدعی  
احسان احمد سکنتہ شجاع آباد  
مدعا علیہ  
سید صالح محمد شاہ جیلانی سکنتہ محمد آباد  
تحت ضابطہ اخلاق

بنائے دعویٰ یہ ہے کہ مدعا علیہ مندرجہ بالا نے من مدعی کو مندرجہ  
ذیل بنا پر سخت اذیت پہنچائی ہے۔

۱۔ میرے ساتھ یہ طے کیا کہ مورخہ ۲۳ جون کو ۵ بجے شام ریم آباد  
سے وصول کیا جائے گا اور محمد آباد پہنچا جائے گا اور وہیں شب باشی  
ہوگی۔ یہ ہمد اسٹیشن گھونکی پر کیا گیا۔ انشاء اللہ مدعا علیہ انکار  
نہیں کرے گا۔

۲۔ میں وہاں منتظر رہا اور محمد آباد جانے کی تمام حسرتیں لئے  
بیٹھا رہا مدعا علیہ نے فیورینا معلوم وجوہ کی بنا پر نہ آنے کی اطلاع کر دی۔  
۳۔ عالیجاہا مدعا علیہ نے نہ صرف میرے ساتھ زیادتی کی ہے  
بلکہ میری بہت سی آرزوں کا خون بھی کیا۔ شنید میں آیا ہے کہ  
وہ التاوان طعام کا بھی ارادہ رکھتا ہے حالانکہ وہ محمد آباد گیا ہی  
نہیں۔

لہذا۔ استدعا ہے کہ میری داد رسی فرمائی جائے، ثبوت دعویٰ  
میرے ذمہ ہے۔

نوٹ۔ مدعا علیہ ملک کی معروف شخصیت ہے مجھے اس سے  
خوف مال و جان ہے۔  
لہذا۔ سماعت دعویٰ کسی غیر جانب دار علاقہ میں ہونی چاہیے۔  
مجھے جواب دعویٰ سے آگاہی بخشی جائے۔  
احسان احمد عفی عنہ [نہر ڈاک خانہ شجاع آباد ۲۸ خور ۶۵]

(۴۶)

۱۳ ربیع الاول ۱۳۸۵ھ

۱۳ جولائی ۱۹۶۵ء

بعدالت عالیہ عالیجناب مخدوم سید انیس شاہ صاحب کیلانی

عالیجاہ

استدعا یہ ہے کہ میں مسلسل سفر میں ہوں۔ مجھے ایک نفاذ جناب  
سید صالح محمد شاہ صاحب (جو میرے مدعا علیہ میں) کی طرف سے  
ملا ہے جس میں میرے دعویٰ کا جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے  
مجھے اس پر یہ اعتراض ہے

(۱) کہ وہ عدالت عالیہ کی خدمت میں پیش نہیں کیا گیا میں آئے  
تو بہین عدالت متصور کرتا ہوں۔

(۲) نہ ہی وہ کسی اتھارٹی کا مصدقہ ہے۔

(۳) لہذا استدعا ہے کہ عدالت عالیہ اپنی رائے گرامی سے آگاہی  
بخئے۔

والسلام احسان احمد عفی عنہ

(۲۷)

، ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ [ہرڈاک خانہ شجاع آباد ۶ اگست ۱۹۶۵ء]

راحت رہانا۔ السلام علیکم

لاہور میڈیٹال میں ۱۵ دن زیر تشخیص و تجویز رہا۔ جناب کو یاد ہوگا کہ مجھے اور حضرت لاہوری [مولانا احمد علی] کو جیل میں زیر دیا گیا تھا اس کے اثرات گرمیوں میں عود کر آتے ہیں۔ اختلاج قلب نے نہایت ہی پریشان کن صورت اختیار کر لی ہے۔ ایک ایک دن میں دو دو دوسے، ڈاکٹروں نے مزید دیا یا یہ ہو جائیگا وہ ہو جائے گا حالانکہ بس جانتا ہوں۔

یلا دکھائیں گے احباب فاتحہ ہوگا

گھر میں میری اہلیہ کو کھلی کا شدید شارٹ لگا تقریباً قریب المرگ ہو گئی سخت چوٹیں آئیں۔ علاج جاری ہے سخت پریشان ہوں اور دعاؤں کا محتاج۔ مقدمہ بہر حال لڑوں گا مگر ذرا گردش دوراں سے منٹ لوں۔ میرے محبوب بھائی اور مدعا علیہ کو محبت بھرے سلام و درخواست دعا: بچلہ بزرگان و عزیزان نام بنام سلام مسنون۔ عزیزان کو پیار اندرون خانہ ہدیہ دعوات و درخواست دعا۔

محتاج دعا احسان احمد عفی عنہ

(۲۸)

۱۷ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ [ہرڈاک خانہ ۱۵ اگست ۱۹۶۵ء]

میرے دلنوازا۔ وعلیکم السلام

مریضہ کو ملتان نشتر ہسپتال لے گئے ایکس رے کرائے گئے الحمد للہ  
 ٹیپیاں سلامت ہیں چوٹ سخت آئی ہے، علاج جاری ہے۔ خود  
 نڈھال ہوں میرے سارے لڑکے کے لڑکے قاضی ذکاء اللہ بچہ ۱۹ سال  
 کو زہریلے سانپ نے ڈس لیا سارا جسم سیاہ ہو گیا وہ بھی ملتان  
 نشتر ہسپتال میں داخل ہے۔

امتحان ہیں ایک مشق خاک کے  
 بگرام خدمت حضرت صالح مدنیو ضہم بدیہ سلام مستنون و  
 درخواست دعا۔

محتاج دعا احسان احمد عفی عنہ

(۴۹)

میرے محسن! وعلیکم السلام  
 (۱) اہلیہ نا حال چارہ پالی پر پڑی ہیں۔  
 (۲) خود نزلہ و زکام میں مبتلا ہوں۔  
 (۳) جمہرات گھر میں آگ لگی آگ چھت تک پہنچ گئی الحمد للہ  
 کوئی نقصان نہیں ہوا۔  
 (۴) میری بڑی بیٹی سعیدہ بی بی کو اسقاط حمل کا سانحہ پیش  
 آیا مرا ہوا لڑکا پیدا ہوا۔ الحمد للہ کہ اس کی جان بچ گئی۔  
 پروگرام ملتوی ہیں، دعاؤں کا محتاج ہوں بگرامی خدمت  
 حضرت صالح مدظلہ و جملہ احباب بدیہ سلام مستنون و درخواست دعا  
 احسان احمد عفی عنہ

[آمد ۳، اگست ۱۹۶۵ء]

برادر مکرم، وعلیکم السلام۔ طویل انتظار کے بعد کارڈ ملا۔  
 اولد میرے مشفق و مکرم حضرت صالح علیہ السلام کے اشتہارات  
 بھی ملے، پڑھے، دل سے دعائیں نکلیں، مردان چینی کتھند۔  
 مستدعی ہوں کہ ان تمام اشتہارات کے دو مکمل سیٹ تو  
 مجھے بھجوائیں۔ اور سائیک مکمل سیٹ مندرجہ ذیل پتہ پر  
 بھجوا کے ممنون فرمائیں۔ پتہ مولانا قاری نور الحق صاحب ایم۔  
 اے ۷۱، نہرو اسٹریٹ کمرشن نگر لاہور۔ میں نے تمام اشتہارات  
 مسجد میں لگوا دیئے ہیں، لوگ دستی نقل کر کے لے جاتے ہیں  
 ہم سب کی طرف سے شاہ صاحب کی خدمت اقدس میں اس  
 مبارک سہی پر ہدیہ تبریک پیش فرمائیں۔ اپنی صحت کے کوائف  
 سے اطلاع بخشیں، بزرگان و عزیزان کی خدمت میں ہدیہ سلام  
 منسوں۔ میں راجستھان کی سرحد پر بھی گیا تھا اللہ تعالیٰ ہمارے  
 ملک کو تمام اعداء کی قدمہ پروازوں سے محفوظ و مامون رکھے۔  
 [بہرڈاک خانہ شجاع آباد ۱۱ اکتوبر ۱۹۶۵ء]

[پاک بھارت جنگ کے دوران میں صالح بھائی نے کچھ  
 پوسٹر جاریا بدانہ جذبات کو ابھانے کے لئے چھپوا دیئے تھے جنہیں  
 ہر طبقے میں بنظر تحسین دیکھا گیا، اخبارات نے نمایاں طور پر نقل ہی  
 کئے]



(۵۱)

- ۲ رمضان المبارک [بہر ڈاک خانہ ۲۸، دسمبر ۱۹۶۵ء] میرے اتنیس! وعلیکم السلام

لغافہ ملا، کھولنے سے پہلے ہی دل دھڑکا خدا کرے خیر ہو! میں تو چشم برداہ تھا کرے میں ضرور ریات کی کچھ کتابیں وغیرہ لگوادیں مگر سہ اے بسا آرزو کہ..... شدہ

دست بدعا ہوں رب العزت آپ کی تمام جسمانی اور روحانی پریشانیاں دور فرمائے آمین۔ حیات باقی تو انشاء اللہ پھر سہی۔ میرے محبوب اور لوگوں کے مخدوم سید صالح شاہ صاحب کی خدمت اقدس میں ہدیہ دعا و سلام۔ عزیزان کو پیارا نہیں میری طرف سے عرض کرنا کہ ٹوکری مجھ سے چھین گئی ہے اور وہ ننھی بھی بڑی مجھے چھوٹی ٹوکری بنوادیں، چوکور ہونے کی بجائے گول ہو۔ برادر م مولوی قادر بخش صاحب، نانہ صاحب و دیگر حملہ یاد داران کو ہدیہ سلام دعا گو احسان احمد عفی عنہ

[جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں مرحوم اپنی سوانح عمری کی ترتیب و تدوین کے لئے مجھے منتخب فرما چکے تھے، طے یہ ہوا تھا کہ وہ بولا کریں گے میں لکھا کروں گا، میری بد توفیقی ملاحظہ ہونہ جاسکا وجہ کوئی خاص نہ تھی]

# متفرقات

(۱)

۱۹ ربیع الاول ۱۳۸۴ھ [اگست ۱۹۶۲]

مخدوم محترم! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جناب کا آج کارڈ موصول ہوا۔ حضرت گرامی قدر ابا جان <sup>ظلہ العالی</sup> مرحولائی سے ہری پور ہزارہ اور حسن ابدال کے تبلیغی دورے پر تشریف لے گئے دوران سفر ۱۰/۵/۱۰۵۵ بخارادہ راجحلاج قلب کے شدید دورے پڑے بمشکل گھر تشریف لائے کئی روز تک افاقہ کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اب ڈیڑھ ہفتہ بعد افاقہ ہوا ہے اور بفضلہ تعالیٰ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے ہیں۔

جناب کی علم دوستی ادب پروردی اور اجاب نوازی کا اکثر تذکرہ رہتا ہے فرما رہے تھے کہ طبیعت ذرا سنبھلے تو محمد آباد کا سالانہ پھیرا کراؤں۔

جناب دعاؤں میں یاد فرماتے رہیں۔ بگرامی خدمت سید صاحب بدیہ سلام مسنون عزیزان کو پیار۔

والسلام تو الحق قریشی ایم۔ اے [داماد قاضی صاحب]

(۲)

بنام صالح محمد شاہ جیلانی

اشوال المکرم [ہرڈاک خانہ شجاع آباد ۲ فروری ۱۹۶۶ء]

محترم المقام حضرت شاہ صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ماہ صیام کے فیوض و برکات مبارک ذمہ داروں کا بوجھ مبارک

ہم دست بدعا ہیں، رب العزت جناب کو وارین کی سرخ رویاں

عطا فرمائے آمین۔ حضرت انیس سلمہ کئی دنوں سے چپ ہیں خدا

کرے خیر ہو، احوال و احکام سے نوازتے رہیں۔ برادر مکرم مولانا

قادر بخش صاحب، جناب رانہ صاحب و دیگر جملہ اصحاب کو نام

بنام ہدیہ سلام مسنون۔ عزیزان کو مبارک۔ از اندرون بہ اندرون

ہدیہ دعوات، میرے سفر کے لئے چھوٹی گول ٹوکری معہ ڈھکنے کے

تیار کرا چھوڑیں شاید آتے جاتے مشکوٰۃ والوں والسلام

دعا گو احسان احمد عفی عنہ

(۳)

شجاع آباد

۵ صفر المنظر ۱۳۸۶ھ [ہرڈاک خانہ ۲۹ مئی ۱۹۶۶ء]

حضرت مخدوم صاحب، وعلیکم السلام، حضرت ابا جان ۲۷ مارچ

سے سخت بیمار ہیں۔ نشتر ہسپتال کا علاج جاری ہے۔ مشہور سرجن ڈاکٹر

عبدالرؤف صاحب کے زیر علاج میں اب بخار نہیں ہے سوزش  
گردہ کی تکلیف باقی ہے کمزوری انتہا درجہ کی ہے۔ گروٹ بھی خود نہیں  
لے سکتے دعا فرمائیں۔ بخدمت حضرت سید صالح محمد شاہ صاحب مضمون  
واحد ہے حضرت ابا جان فرما رہے ہیں اگر آپ اپنی آنکھوں سے ناراض  
ہو سکتے ہیں تو میں بھی اپنے آپ سے ناراض ہو سکوں گا خدا نہ کرے۔  
والسلام

آپ کی بھتیجی (بنت قاضی صاحب)

لباس عرمانی ڈھانپنے کے لئے تھا

اب لباس سے عرمانی کا کام لیا جا رہا ہے

قاضی احسان احمد

(بروایت سید مبارک شاہ جیلانی)

گر سامنے تیرے کوئی بد خو آئے

تجھ میں نہ ذرا فرق سرمو آئے

احسان سے نہیں عود سے خوش خلقی سیکھ

جو تجھ کو جلانے سے خوشبو آئے

احسان احمد شجاع آباد

۱۹۶۰

۹۰۱۲

# حیرت شملوی اکاڈمی

کا

آئندہ لائحہ عمل زیر ترتیب و زیر طبع

- ۱۔ کلیات نظم حیرت شملوی
- ۲۔ مکتوبات حیرت شملوی (اردو)
- ۳۔ مکتوبات حیرت شملوی (انگریزی)
- ۴۔ مکتوبات شاہیر پاک ہند بنام حیرت شملوی
- ۵۔ ملفوظات از حیرت شملوی
- ۶۔ مضامین حیرت شملوی
- ۷۔ حاشیے از حیرت شملوی
- ۸۔ ٹیگور کی کہانیاں، ترجمہ حیرت شملوی
- ۹۔ تذکرۃ الشعراء از حیرت شملوی
- ۱۰۔ بنیادی اردو قاعدہ از حیرت شملوی
- ۱۱۔ بنی اسرائیل کا چاند ناول، ترجمہ حیرت شملوی
- ۱۲۔ منتخب اشعار (فارسی) از حیرت شملوی
- ۱۳۔ منتخب اشعار (اردو) از حیرت شملوی
- ۱۴۔ ضرب الامثال فارسی مع ترجمہ از حیرت شملوی
- ۱۵۔ انتخاب حیرت (نظم)
- ۱۶۔ انتخاب حیرت (نثر)
- ۱۷۔ حیرت شملوی شاہیر کی نظمیں
- ۱۸۔ یادشس سخن (تذکرہ) از حیرت شملوی
- ۱۹۔ سوانح عمری حیرت شملوی مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی
- ۲۰۔ حیرت، تصویروں میں
- ۲۱۔ نوازش نامے (مطبوعہ) مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی
- ۲۲۔ غزلیات رئیس امر وہوی
- ۲۳۔ حرف پریشاں، از پروفسر انیس صدیقی
- ۲۴۔ مکاتیب نیاز فتحپوری مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی
- ۲۵۔ قاضی صفا (مطبوعہ) مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی
- ۲۶۔ ریاض و نیاز از سید مبارک شاہ جیلانی
- ۲۷۔ ضیاء الدین احمد برنی، مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی
- ۲۸۔ روزنامہ ۱۹۵۷ء، از رئیس احمد جعفری
- ۲۹۔ مکتوبات عبدالماجد ریابادی بنام رئیس احمد جعفری
- ۳۰۔ نیاز فتحپوری (مطبوعہ) مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی
- ۳۱۔ مکتوبات و ش صدیقی بنام سید مبارک شاہ جیلانی
- ۳۲۔ مکتوبات اثر علی تھانوی بنام پیر فتح الدین شاہ جیلانی
- ۳۳۔ خطوط شاہیر بنام، رئیس احمد جعفری
- ۳۴۔ کالا کافر مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی
- ۳۵۔ رئیس احمد جعفری کے خط سید مبارک شاہ جیلانی کے نام
- ۳۶۔ رئیس احمد جعفری پید و شنید، مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی
- ۳۷۔ مولوی عبدالحق، مرتبہ سید انیس شاہ جیلانی
- ۳۸۔ شخصیات، از رئیس امر وہوی
- ۳۹۔ غزلیات (سندھی) از شیخ محمد
- ۴۰۔ خطوط رئیس امر وہوی کے نام (ادبی)